

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّي أَنَا غَفُورٌ رَحِيمٌ

اور تمہارا رب کہہ مجھ سے دعا مانگو گا کہ تمہارے لئے قبول کروں۔

شاندار تحفہ

فرصت کے بعد دعا



تصنیف:

شیخ الاسلام علامہ محمد موسیٰ محمد کاشمیری
مفتی اعظم پاکستان

ترجمہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف الحق (پہلا ایڈیشن)

الاشد اکید می کراچی

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (القرآن)

اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھ سے دُعا مانگو تا کہ تمہارے لئے قبول کروں۔

شَآندَار تحفہ

(فرض کے بعد دُعا)



تصنیف:

شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی
المتوفی ۱۴۲۷ھ

مترجم: پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سمّوں (پی ایچ ڈی)

الاشد اکید می کراچی

انتساب

میں اپنے اس کوشش کو اپنے والد مرحوم و مغفور مولوی
عبد اللہ سمون (راجو نظامانی) کی طرف منسوب کرتا ہوں،
جن کی تعلیم و تربیت اور دعا کی برکت سے میں اس قابل
ہوا کہ اس کتاب کا ترجمہ کر سکا۔

ڈاکٹر محمد شرفی سمون

حقوق طبع بحق مسترجع محفوظ، یہ ہے۔

نام کتاب : شاندار تحفہ (فرض کے بعد دعا)
تصنیف : شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم عثمانی رح
مترجم : پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سوں (ٹھٹہ)
پیش لفظ : پروفیسر غلام عباس ازہری سراج الدولہ کالج
طباعت : ایک ہزار
قیمت :

ناشر
السَّالِسُ الْاَكْبَرُ مُحَمَّدِي حَامِدٌ صَقْبُ
عَزِيزُ الْاَكْبَرِ

فون : 6323130

بسم الله الرحمن الرحيم ۝

حامد و مصلیاً

اما بعد! شریعت اسلامیہ میں دعا بھی ایک قسم کی عبادت ہے کیونکہ اس میں بندوں کی الطاح و زاری، عجز و انکساری اور اللہ پاک کی قدرت کا اظہار و اقرار ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم (مومن - ۶۰) اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ دعا میں بندگی کے لوازمات پائے جاتے ہیں۔ دعا مومن کے لئے ایک حفاظتی ہتھیار ہے جس سے ایک طرف وہ شیاطین کے شر سے محفوظ رہتا ہے، تو دوسری طرف اللہ پاک کی رحمت سے استغاثہ کر کے رحمت خداوندی کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان الدعاء هو العبادۃ ثم قرأ ادعونی استجب لکم (ترمذی بروات نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ)

حضرت ابو حمزہ کی روایت میں ہے کہ من لم یسال اللہ یغضب علیہ جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔

(ترمذی) اللہ پاک سے دعا کرنا دراصل بندگی کا تقاضا ہے۔

زیر نظر کتاب دعا کی اہمیت، فضیلت اور افضلیت کے متعلق ہے جو کہ شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کی تصنیف ہے شیخ الاسلام کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ مختلف موضوعات پر ان کی مختلف تصانیف اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کی تحریر تحقیقی نکات اور تجرر علمی کی شاہکار ہے۔ الفاظ کی فراوانی اور عبارت کی روانی آپ کی تصنیفات کی خصوصیات میں سے ہے۔

مخدوم صاحب کی تصنیف التحفة المرغوة فی افضلیۃ الدعا بعد المکتوبۃ عربی زبان میں فرض نماز کے بعد دعا کے مسنون اور افضل ہونے کے بارے میں ہے۔

دعا کے مسئلے میں شیخ الاسلام کا یہ رسالہ ایک انمول خزانہ ہے جس میں موصوف نے احادیث صحیحہ اور اقوال فقہاء سے ثابت کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا افضل اور مسنون ہے۔ عربی رسالہ کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ ہمارے محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سمون صاحب نے کیا ہے۔ موصوف ایک کالج میں استاد اور ٹھٹھ کے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے سندھ کے علماء کی دینی خدمات کے موضوع پر پی ایچ

ڈی کی ہے۔ موصوف کی دینی خدمات قابل ستائش ہیں۔ اللہ پاک ڈاکٹر صاحب کو مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

الراشد اکیڈمی رجسٹرڈ ایک دینی ادارہ ہے جس کے اہم مقاصد میں عالم اسلام خصوصاً سندھ کے علماء کرام کی مقتدر تصنیفات کی اشاعت کرنا، اردو سندھ عربی انگلش میں مختلف مفید تصانیف کا ترجمہ کروا کر عامۃ المسلمین تک پہنچانا ہے۔

اکیڈمی کی مشاورت، فاضل اہل علم علماء اور محقق دانشوروں پر مشتمل ہے اکیڈمی کے لئے یہ بات باعث اطمینان ہے کہ اس کے زیر ادارت سندھ کے عبقری عالم شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کا رسالہ شائع ہو رہا ہے انشاء اللہ مستقبل قریب میں حدیث کے صحیح مجموعہ ریاض الصالحین کا سندھی ترجمہ جو کہ زیر طباعت ہے اکیڈمی کی جانب سے طبع ہو کر شائقین علم کے ہاتھوں میں پہنچے گا۔ خیر کے امور میں دلچسپی رکھنے والے اور نیکی میں سبقت کی خواہش رکھنے والے درو مند مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ اکیڈمی کے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرمائیں تاکہ اسلامی علوم کی روشنی کو عامۃ الناس تک پہنچایا جاسکے۔ اللہ پاک ہمارا حامی و ناصر ہو۔

فقط بحق العباد

غلام عباس قادری ازہری
فاضل جامع راشدیہ

چیرمین الراشد اکیڈمی

(مرست رجسٹرڈ)

شش الملت والدین مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی المتوفی ۱۷۷۲ھ

سندھ کی سرزیش صدیوں سی علم و عرفان کی سرزیش رہی ہے اس مہم خیز علاقہ میں جو مقام ٹھٹہ کو حاصل ہے وہ اور کسی علاقہ کو نہیں ٹھٹہ کسی زمانہ میں سندھ کا دار الخلافہ تھا علم و عرفان کے اعتبار سے یہ بغداد ثانی کہلاتا تھا۔ سندھ کے کلہوڑہ خاندان نے ٹھٹہ کو دار الخلافہ بنایا اس زمانے میں ٹھٹہ دینی علوم کا مرکز تھا ہر چار طرف علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا علوم مروجہ کی مسندیں تھیں۔ ایک ہی وقت میں سیکڑوں ادارے تھے جہاں اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء و فضلاء روحانی مربی اپنے فیض سے علم کے پیاسوں کو سیراب کر رہے تھے۔

ان مشہور شخصیات میں سے ایک مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی ہیں، جن کا چار دانگ عالم میں شہرہ ہے

محمد ہاشم ٹھٹوی نام، شش الملت والدین لقب مخدوم آپ کا خطاب ہے آپ اپنے وقت کے عظیم محدث یگانہ روزگار اور یکنائے زمانہ فقیہ تھے آپ کا نسب اس طرح ہے مخدوم محمد ہاشم، بن عبدالغفور بن عبدالرحمن بن عبداللطیف بن عبدالرحمن بن صغیر الدین حارثی، بمٹورائی، ہرامپوری، ٹھٹوی ہیں آپ حارث بن عبدالمطلب کے اولاد میں سے ہیں اس لئے اپنے حارثی کہلاتے تھے۔ سندھ میں آپ کی قوم ہنہور کے نام سے مشہور ہے یہ قوم آج بھی ٹھٹہ اور اس کے آس پاس آباد ہے۔ ہنہور عرب کا ایک قبیلہ تھا جو فتح سندھ کے بعد عرب سے آکر سندھ میں آباد ہوا۔

ولادت

مخدوم صاحب کے آباؤ اجداد پہلے سہون میں آباد ہوئے ۱۶۹۳ء میں آپ کے والد ماجد علامہ عبدالغفور سہون سے ہجرت کر کے ہنہورہ ضلع ٹھٹہ میں آکر آباد ہوئے جہاں دس ربیع الاول ۱۱۰۳ھ ۱۶۹۳ء میں مخدوم محمد ہاشم کی ولادت ہوئی۔

تعلیم و تربیت

مخدوم صاحب کا خاندان شروع سے ہی ایک دینی اور علمی خاندان تھا آپ نے گویا ایک علمی خاندان میں آنکھ کھولی آپ کے والد صاحب علامہ عبدالغفور اپنے

معموروں میں بلند مرتبہ و مقام رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگرانی میں اپنے فرزند کی تعلیم اور تربیت کی قرآن پاک کا حفظ اور اس کے علاوہ عربی نحو و صرف فارسی اور فقہ کی کتابیں خود پڑھائیں۔

مخدوم صاحب کی عمر جب نو برس کی ہوئی ۱۱۳۳ھ ۱۷۱۷ء میں آپ کے والد رحلت فرما گئے اور اس طرح مخدوم صاحب بچپن میں اپنے عظیم والد، استاد اور روحانی مرشد کی شفقت و محبت سے محروم ہو گئے

والد ماجد کی وفات کے بعد آپ نے ٹھٹھہ کا رخ کیا اس زمانے میں ٹھٹھہ میں علامہ مخدوم محمد سعید اور علامہ مخدوم محمد ضیاء الدین کی مسند درس بہت مشہور اور ممتاز تھی آپ نے بھی اسی مسند کا انتخاب کیا آپ نے موقوف علیہ تک درسی کتابیں علامہ مخدوم محمد سعید کے درس میں پڑھیں اس کے بعد دورہ حدیث اور دوسری کتابیں علامہ ضیاء الدین کے مدرسہ میں پڑھ کر آپ نے کتب عالیہ کی تکمیل اور سند حدیث حاصل کی مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ نے نو سال کے مختصر عرصہ میں اپنی خداداد صلاحیت، محنت، مشقت، ذہانت، ذکاوت اور اساتذہ کے فیوض سے ہر علم میں مہارت پیدا کر کے پوری سندھ میں اپنا مقام پیدا کر لیا اور اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ سبقت حاصل کر گئے۔

سفر حجاز و حرمین

۱۱۳۵ھ میں مخدوم صاحب نے حرمین کا سفر اختیار کیا اور وہاں کے شوخ سے جیسے محدث حرم اور مفتی فقہ حنفیہ علامہ شیخ عبدالقادر کی الحنفی المتون ۱۱۳۸ھ شیخ عبد بن علی المصوری شیخ محمد ابوطاہر کردی الدینی المتون ۱۱۳۵ھ شیخ علی بن عبد المالک دراوی وغیرہ سے کتب حدیث پڑھیں، اس کے علاوہ عقائد اصول، تجوید، قرات فقہ کا درس لیا اور سند حدیث حاصل کی بعض لوگوں کا کہنا ہے مخدوم ہاشم نے شاہ ولی اللہ دہلوی سے بھی تعلیم حاصل کی ہے مگر اس کی کوئی خاص سند نہیں ہے اور نہ ہی اس کا تذکرہ ملتا ہے یہ ممکن ہے کہ حجاز میں شاہ ولی اللہ سے آپ کی ملاقات ہوئی ہو البتہ ٹھٹھہ کے ایک اور عالم علامہ محمد معین نے شاہ ولی اللہ سے اکتساب علم کیا ہے یہ بزرگ مخدوم محمد ہاشم کے بھی استاد تھے

زیارت الرسول

جن دنوں آپ حجاز مقدس میں تھے کچھ کتابیں یادداشت اور حواشی بھی تحریر

کئے ان ایام میں آپ کو جناب محمد الرسولؐ کی زیارت نصیب ہوئی یہ جمعہ کی رات ۹ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ کی تھی جن کا تذکرہ تاریخ اور وقت آپ نے اپنی ایک کتاب کے حواشی پر تحریر کیا ہے اور اپنی یادداشت کے لئے اس پر دستخط بھی ثبت کیا ہے۔ سندھ کے ہر عام و خاص عالم و امی کے ہاں یہ روایت مشہور ہے کہ سفر حجاز کے دوران جب مخدوم صاحب پیغمبر اسلام کے قبر مبارک پر حاضر ہوئے تو آپ کے قبر مبارک سے آپ کو سلام آیا یہ روایت سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے جو تمام سندھ میں مشہور ہے مخدوم صاحب کا سلسلہ ۳۵ واسطوں سے امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت المتوفی ۱۵۰ھ اور ۲۶ واسطوں سے حضرت عبداللہ بن ابی حنیفہؒ بخاری رسول اللہ تک پہنچتا ہے۔

الحمد للہ !

راقم الحروف کے والد گرامی مولوی عبداللہ سمون مرحوم راجو نظامانی نزد جمرک ضلع ٹھٹہ کے سند حدیث کا سلسلہ صرف سات واسطوں سے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی تک پہنچتا ہے والد مرحوم نے مروجہ عربی علوم مولانا فتح علی جتوئی مولانا حامد اللہ بیلو میاں محمد عمر مکی سے حاصل کئے دورہ حدیث آپ نے تھر کے علاقہ کے مشہور محدث محمد عثمان قرآنی سے پڑھا اور سند فراغ حاصل کی مولانا قرانی قاضی لعل محمد ٹیاری والے کے شاگرد تھے قاضی لعل محمد مولوی محمد ٹیاری والے کے شاگرد تھے اور انہوں نے مولانا عبدالکریم بحر العلوم مدفن جنت البقیعہ والے سے تحصیل علم کیا انہوں نے اپنے والد مولانا محمد عثمان متعلوی سے اکتساب علم کیا مولانا محمد عثمان مخدوم محمد ابراہیم ٹٹنی بندر والے کے ہم عصر تھے اور مخدوم محمد ہاشم کے پوتے تھے دونوں بزرگوں کے آپس میں علمی مسائل پر بڑے تحریری مناظرے ہوتے تھے مولوی محمد عثمان نے مخدوم میڈٹو نصرپوری اور مخدوم نور محمد نصرپوری سے اکتساب علم کیا علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی کی تحقیق کے مطابق یہ دونوں بزرگ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے شاگرد تھے۔

بیعت

مخدوم صاحب جس طرح علوم ظاہری تفسیر حدیث فقہ لغت صرف و نحو ادب علم بیان معانی فلسفہ تجوید قرات کے مہر تھے اسی طرح روحانی اور باطنی علوم میں بھی

اپنے وقت کے کامل ولی اور اکمل مرشد تھے۔

مخدوم صاحب ظاہری علوم کے تکمیل کے بعد باطنی اور روحانی علوم کی طرف تزکیہ نفس کے لئے متوجہ ہوئے اس وقت ٹھٹھہ کے مشہور شیخ زمانہ مرشد کامل ابوالقاسم نقشبندی المتوفی ۱۱۳۸ھ کے مجلس میں ہاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی اور طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم اور تلقین حطلق ہے ان کی فرست میں تمہارا نام نہیں ہے مخدوم صاحب نے عرض کیا کہ پھر میرے واسطے میرے شیخ کی رہنمائی کیجئے تاکہ میں ان سے بیعت کر کے اپنے باطن کا تزکیہ کر سکوں شیخ نے فرمایا کہ وہ علامہ وقت قطب ارشاد شیخ طریقت قادریہ سید سعد اللہ بن سید غلام محمد سلونی سورقی المتوفی ۱۱۳۸ھ ہیں۔

۱۱۳۶ھ میں مخدوم صاحب حضور اکرمؐ کے روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر حجاز مقدس سے واپس ہوئے تو سورت کی بندرگاہ پر اترے سورت بھارت ہندوستان کے ضلع گجرات کا ایک مشہور گھر ہے اور حضرت سعد اللہ سلونی جو اس وقت کے مشہور شیخ طریقت اور معرفت تھے حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے پورا ایک سال حضرت کے خدمت میں حضر ہوئے اور سلوک کے منازل طے کئے۔ شیخ نے آپ کو خرقہ خلافت اپنے دست مبارک سے پہنایا اور اجازت بیعت کی سند عطا کی ایک سال کے عرصہ کے بعد ۱۱۳۷ھ میں آپ واپس ٹھٹھہ تشریف لائے۔

مخدوم صاحب کا پہلا مدرسہ

مخدوم صاحب تعلیم اور روحانی تربیت سے فارغ ہو کر اپنے اصلی گاؤں بہرامپور نزد بھٹورہ میں تشریف لاکر ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی چونکہ آپ بہت متقی، پرہیزگار داعی دین حق، حامی سنت اور قاطع بدعت تھے جبکہ وہاں پر بدعات رسومات کے بادل چھائے ہوئے تھے ارباب اقتدار علاقہ کے جاگیردار نام نماد پیران طریقت نے بجائے تعاون کے آپ کی مخالفت شروع کر دی لہذا آپ دل برداشتہ ہو کر اپنے اصلی مولد بہرامپور کو خیر باد کہہ کر ٹھٹھہ تشریف لائے اور ٹھٹھہ آکر ایک بہت بڑے دینی ادارہ کی بنیاد رکھی ٹھٹھہ اس وقت دینی علوم کا مرکز تھا بڑے بڑے دینی ادارے پہلے موجود تھے مگر مخدوم محمد ہاشمؒ کے اس دینی ادارہ نے جلدی ایک بہت بلند مقام حاصل کر لیا اور آپ طلبہ کے مرجع بن گئے ہر طرف سے تشنگان علم امنڈنے لگے دور دراز سے علم کے شائق اور پیاسے حاضر خدمت ہو کر اپنے ظاہری اور باطنی علوم کی پیاس بجھانے

لگے اور شرف شاگردی حاصل کرنے لگے۔

سندھ کے مشہور مورخ میر علی شیر قانع لکھتے ہیں کہ مخدوم محمد ہاشمؒ کے زمانے میں ٹھٹھہ میں اسلامی نظام کا نفاذ تھا مخدوم صاحب کے حکم اور قنای کے بنیاد پر فیصلے کئے جاتے تھے آپ کے ہاتھوں پر ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کو قبول کیا۔ وقت کے حکمرانوں جیسے احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ جیسے حکمرانوں سے آپ کی خط و کتابت تھی۔ شاہان وقت بھی آپ کی خواہش کے مطابق دین کے احکام جاری کرانے میں آپ کی مدد کرتے تھے سندھ کے حکمران غلام شاہ کلہوڑہ آپ کے معتقدوں میں سے تھے مخدوم محمد ہاشمؒ نے ٹھٹھہ میں بدعات اور غیر اسلامی رسومات کو بند کرانے کے لئے باقاعدہ طور پر حاکم سندھ سے ایک حکم نامہ جاری کرایا تھا اس حکمنامہ کے اجراء کے بعد ٹھٹھہ سے بری رسومات اور بدعات عورتوں کا قبروں پر جانا ماتم سازی وغیرہ کا کسی حد تک خاتمہ ہو گیا کچھ لوگوں نے غلام شاہ کو مخدوم صاحب کے خلاف ورغلانے کی کوشش کی مگر اس کا نتیجہ ان لوگوں کے خلاف نکلا اور غلام شاہ نے مخدوم صاحب کو ٹھٹھہ کا چیف جسٹس، قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز کر کے ہمیشہ کی لئے مخالفین کی طاقت کا خاتمہ کر دیا

مخدوم محمد ہاشمؒ کی علمی خدمات

مخدوم صاحب کی علمی خدمات میں سب سے اہم ان کا دینی مدرسہ ہے جہاں پر نہ صرف سندھ بلکہ سندھ سے باہر جیسے ہجرات، کالہواڑ، افغانستان سے لوگ آکر آپ سے فیض اور علم حاصل کرتے تھے جن کی تعداد شمار سے باہر ہے مگر آپ کے مشہور شاگردوں میں مخدوم عبدالرحمن بن مخدوم محمد ہاشم المتونیؒ مدفون، ہند کچھ، مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشمؒ مدفون، مکلی علامہ ابوالحسن الصغیر المتونیؒ ۱۸۸۷ مدفون، جنت البقیع، مخدوم میڈنو نصرپوری المتونیؒ ۱۸۸۱ مدفون، نصرپور شاہ فقیر اللہ علوی افغانی شکار پوری المتونیؒ ۱۹۰۵ مخدوم عبدالخالق شمشوی مصنف مطلوب المؤمنین، مخدوم عبداللہ مصنف کنز العیوب وغیرہ

تبلیغ و قضا

مخدوم صاحب جہاں دینی تعلیم کی اشاعت میں سرگرم تھے وہاں عوام کی اصلاح اور تربیت کے لئے بھی کوشاں رہتے تھے۔ روزانہ جامع مسجد شاہجہاں میں

عصر نماز کے بعد حدیث نبوی کا درس دیتے تھے اور جمعہ کو جامع مسجد خسرو میں وعظ کیا کرتے تھے آپ ایک قادر الکرم مبلغ اور خطیب تھے آپ نے عوام کے خواص و عوام کے سہولت کے خاطر ایک دارالافتاء قائم کر رکھا تھا جہاں سے لوگ فتاویٰ حاصل کرتے تھے اور شرعی بنیاد پر لوگوں کے فیصلے کئے جاتے تھے آپ کے ان فتاویٰ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ابھی تک قلمی صورت میں موجود ہے۔

بزرگوں کا احترام

مخدوم محمد ہاشم اپنے عہد کے بزرگان دین اور علماء کرام کا بڑا احترام کرتے تھے مخدوم محمد قائم سے آپ کا بعض مسائل پر اختلاف تھا اور ایک دوسرے کے رد میں کتابیں بھی تحریر کیں مگر بڑے اخلاق اور احترام کے دائرہ میں رہ کر ایک دوسرے کا رد فرمایا۔ مخدوم محمد محسن ٹھٹھوی شاہ ولی اللہ کے شاگرد اور شاہ عبد اللطیف کے دوست تھے ان کے بعض کتابوں کے رد میں آپ نے کتب تحریر کئے مگر ان کا نام اپنے کتابوں میں بڑے ادب و احترام سے لیا ہے اپنے عہد کے قصبہ حضرت ابوالقاسم نقشبندی کے ساتھ آپ کو بڑی عقیدت تھی۔ آپ ہر روز ان کے کمرہ کا جھاڑو دیتے تھے اور ان کے پتنگ کو مندل کی خوشبو سے بساتے تھے۔ ایک روز حضرت ابوالقاسم کو دیکھا کہ وضو فرما رہے ہیں اور بازو کی طرف سے کہنی پر پانی ڈال رہے ہیں۔ مخدوم صاحب نے مرض کیا کہ حضرت فقہ کے اعتبار سے کلائی سے کہنی پر پانی جانا چاہئے حضرت ابوالقاسم نقشبندی نے فرمایا کہ ہم نے پیغمبر اسلام کو اس طرح وضو کرتے دیکھا ہے مخدوم صاحب نے عرض کی مگر فقہ کی روایت اسی طرح ہے جیسے میں نے عرض کیا۔ حضرت ابوالقاسم مراقبہ میں چلے گئے اور آپ کی روح انور کے طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا اگرچہ تم نے اس طرح دیکھا ہے مگر آپ کو اس طرح معمول کرنا چاہئے جس طرح مخدوم محمد ہاشم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اب میں اس طرح وضو کروں گا جس طرح تم کہتے ہو اس روایت سے معلوم ہوا کہ مخدوم ہاشم کو پیغمبر اسلام سے کتنا قرب تھا اور خاص طور پر مخدوم ہاشم کے حق گوئی اور بیباکی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ فقہی اور شرعی معاملات میں کتنے سخت تھے کسی شخص نے کوئی مسئلہ مخدوم محمد ہاشم سے لکھوا کر آپ کے استاد مخدوم محمد ضیاء الدین کے سامنے تصدیق کے لئے رکھا مخدوم محمد ضیاء الدین کی رائے اس مسئلے میں مخدوم محمد ہاشم کے خلاف تھی اس لئے انہوں نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا رات کو مخدوم محمد ضیاء الدین نے خواب میں دیکھا آنحضرتؐ کو دیکھا فرما رہے ہیں مخدوم محمد ہاشم

نے جو فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے تم اس پر دستخط کرو دوسرے دن مخدوم ضیاء الدین نے اس شخص کو بلایا اور فتویٰ پر دستخط کروائے اس کے بعد آپ کے پاس کوئی بھی مسئلہ آتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ فتویٰ مخدوم محمد ہاشم سے حاصل کرو وہ ہی صحیح فتویٰ دیتے ہیں

شق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مخدوم صاحب، صاحب تقویٰ و فتویٰ ہونے کے ساتھ عاشق رسولؐ تھے ان کی آنکھیں ہمہ وقت فراق اور حب رسولؐ میں غم رہتی تھیں جدائی اور فراق میں زبان حال سے کبھی پاؤں مبارک کو پیغمبر اسلام کے طرف پیغام بھیج کر اپنے دل کو تسلی دے کر دل کا سرور حاصل کرتے تھے انہوں نے عشق رسولؐ میں کافی قصائد بھی لکھے ہیں جن میں سے چند سطریں ان کے قصیدے کے ذیل میں پیش کرتے ہیں :-

ایما نسیم صبا ان ذرت روضتہ
سلم علی المصطفیٰ صاحب النعم

اے نسیم صبا اگر تیرا گذر پیغمبر اسلام کے روضہ مبارک سے ہو تو اس صاحب نعم مصطفیٰ کے روضے پر میرا بھی سلام کہنا۔

وقف عند منجعم فی مواجهة
وببلغ صلاقی وقلیمی علی روح اکثر
کھڑے ہو کر میرا صلوٰۃ و سلام ان کے پاک روح پر بھیج کرنا۔

وقل یا رسول اللہ ! عبد مقفر
غریق فی بحر السیئات ومفرم

اور عرض کیجئے یا رسول اللہ یہ گناہار بندہ گناہوں کے گہرے دریاؤں میں غوطہ کھا رہا

یَسْلُوهُ الْفَجَنَابُكَ مُسْتَفِیْثًا

ویشکو ذنوبنا کالجبال الاعاظم

اور آپ سے ہی توجہ اور مدد کا طالب ہے جبکہ گناہ پہاڑوں سے بھی بڑے ہیں۔

روحی فدا لک و انت حیاة روحی

و فترة عینی و الشفاء من السقم

میری جان آپ پر قربان ہو اور آپ میری روح کی حیات ہیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک
ہیں میری بیماریوں کی شفاء ہیں۔

ان اشعار سے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کے دل میں کتنا عشق
رسولؐ موجزن تھا

زہد و تقویٰ

جہاں تک مخدوم صاحب کے زہد کا تعلق ہے تو خود اکی چربانی سنئے آپ اپنے
ایک قلمی بیاض میں رقم طراز ہیں چار ہزار کتب تکرار کر دوں چار سخن اختیار کر دوں یکے
آنکہ اے نفس من اگر اطاعت خدا تعالیٰ کن ممکن والا رزق او مخور۔

میں نے چار ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ان سے چار باتیں چھیں اور اختیار کیں ایک یہ
کہ اے نفس اگر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو کرو ورنہ اس کا رزق مت کھا۔
دوم آنکہ اے نفس من آنچہ خدا تعالیٰ منع کردہ است بھوہیز والا از ملک او دور شو۔

دوسرے یہ کہ اے میرے نفس جن باتوں سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے ان سے باز رہ
و تراکس کی حکومت سے باہر نکل جا۔

سوم آنکہ ای نفس من آنچہ قسمت ازلی جوئی رسد ہر آن قانع باش والا خدا دیگر
بطلب کہ قسمت تو زیادہ کند۔ تیسرا یہ کہ اے میرے نفس قسمت ازلی سے جو کچھ
تجھے مل رہا ہے اس پر قناعت پذیر ہو ورنہ دوسرا خدا بناؤ جو تیری قسمت زیادہ کر دے۔

چہارم آنکہ اے نفس من اگر گناہ کنی تا جائے پیدا کن کہ خدائے تعالیٰ ترانہ ہند
والا کن۔ اے میرے نفس اگر تو گناہ کا ارادہ کرے تو ایسی جگہ جن جہاں تجھے
خدا تعالیٰ نہ دیکھ سکے ورنہ مت کر۔

تصانیف

مخدوم محمد ہاشم نے درس و تدریس و خط و نصیحت قضاء افتاء کے علاوہ تصنیف و تالیف کے کام کو بھی جاری و ساری رکھا کرتے ہیں کہ ان تحریروں کے علاوہ جو متفرق مسائل پر آپ نے تحریریں لکھی ہیں ان کا تعداد ہزاروں سے بھی زیادہ ہے صرف آپ کی تصنیفات تین سو تک ہیں۔

مخدوم امیر احمد عباسی مقدمہ ”بذل القوة فی سنن حوادث النبوة“ میں لکھتے ہیں کہ آپ کے متفرق مسائل پر تحریریں ہزاروں سے بھی تجاوز ہیں مخدوم صاحب نے خود اپنے رسالہ اتحاد الاکابر بمرویات الشیخ عبد القادر کے ضمیمہ میں جن کو مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ۱۳۶۶ھ میں تحریر کیا اور اس کی تسوید سے مشکل ۲۶ سوال کو بوقت چاشت فارغ ہوئے اپنی تصانیف کا ذکر کیا ہے جن کی تعداد ۱۱۱ ایک سو گیارہ ہے جبکہ مخدوم امیر احمد نے مذکورہ کتاب کے مقدمہ میں مزید چودہ کتابوں کا ذکر کیا ہے اور نام لکھے ہیں یہ کتابیں مخدوم ہاشم صاحب کے مذکورہ رسالہ میں نہیں ہیں مخدوم محمد ہاشم کے پوتے میاں غلام محمد نے لکھا ہے کہ آپ کی عربی فارسی سندھی زبان میں ڈیڑھ سو سے زیادہ تصنیفات موجود ہیں۔

علامہ مخدوم محمد ہاشم ۱۳۶۶ھ میں جس رسالہ کو مکہ مکرمہ میں لکھ کر فارغ ہوئے اس وقت آپ کی عمر صرف ۳۲ برس کی تھی اس عمر میں آپ ۱۱ تصنیفات کر چکے تھے جس کا ذکر آپ نے اپنے ضمیمہ اتحاد الاکابر میں کیا ہے موصوف کی وفات ۱۱۷۴ھ میں ہوئی ہے ان تصانیف کے بعد اڑتیس برس زندہ رہے یقیناً اس عرصہ کے دوران جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ پردہ اخفا میں رہیں اس لئے ان کے تصنیفات کے تعداد میں اختلاف ہے مخدوم صاحب کی تصانیف میں سے صرف چند کتابیں شائع ہوئی ہیں باقی ابھی تک نادر الوجود ہیں یا بعض قلمی تصانیف بعض حکومتوں کے لائبریریوں یا بعض اہل علم حضرات کی لائبریریوں کی الماریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں جن سے استفادہ بھی ناممکن ہے

مخدوم صاحب کی تصانیف تفسیر حدیث، فقہ، اصول فقہ، سیرت اسماء الرجال، عقائد، تصوف، ذکروادکار، علم عروض، سیرت النبوی وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

وفات

مخدوم محمد ہاشمؒ نے اپنی عمر عزیز کے سترے برس تعلیم و تدریس تصنیف تالیف عبادت و ریاضت میں بسر کر کے آٹھ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ میں عالم فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ آپ کو مکی کے مشہور قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا جہاں پر آج بھی آپ کا مزار مرجع خلافت ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سمون

راجو نظامانی ٹھٹھہ۔ ۱۔ جنوری ۱۹۹۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

وعلى آله وصحبه ومن نحا نحوه

وبعد فيقول العبد المفتقر إلى رحمة ربه الغني محمد هاشم

بن عبد الغفور ، التوى كان الله له وبه ومع في كل وقت

وحين آتينا .

انی قد سئلت عن الدعاء بعد الصلاة المكتوبة هل هي سنة

ام لا ؟ وأن الدعاء بعد المكتوبة هل الا فضل فيه ان تكون الدعاء

قبل السنة المؤكدة في الصلاة بعدلها سنة أو بعدلها ؟ .

فقلت : ان الدعاء بعد المكتوبة سنة مستحبة لا يحسن

تركها لا سيما في حق الامام وجاز فيه ان يكون قبل السنة

المؤكدة كما يجوز أن يكون بعدلها والافضل أن يكون قبل السنة

ما لم يكن دعاء طويلا فوافقتني بعض فضلاء العصر على ذلك

وخالفني بعضهم مستدلين بالروايات المنقولة من جواهر الفتاوى

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ صلوات وسلام اس نبی پاک پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں اور ان کے آل واصحاب اور ان کی اتباع کرنے والوں سب پر۔

رب غنی کی رحمت کا محتاج بندہ محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹوی۔ ہمیشہ اللہ کی رحمت اس کے شامل حال رہے کہتا ہے۔

مجھ سے سوال کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے کہ

نہیں؟۔ اور وہ نماز جن میں فرض نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہے ان نمازوں میں

فرض کے بعد دعا مانگنا سنت ہے یا نہیں؟۔

الجواب۔ بیشک فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت مستحبہ ہے اور کسی صورت

میں بھی دعا کو ترک کرنا اچھا نہیں ہے خاص طور پر امام کے لئے۔ (چھوڑنا

درست نہیں ہے)۔ فرض نماز کے بعد سنت مؤکدہ سے پہلے دعا مانگنا جائز ہے۔

جس طرح بعد میں جائز ہے۔ تاہم افضل یہ ہے سنت نماز سے پہلے ہو۔ بشرطیکہ

دعا طویل نہ ہو۔ میرے زمانے کے بعض علماء نے اس مسئلے میں میری موافقت کی

والاشياء وغيرهما الآتية في خاتمة هذه الرسالة القائلة بكرامة الدعاء قبل السنة .

فكتبت هذه الرسالة واوردت فيها ما يدل على عدم كراهة الدعاء قبل السنة بل على انه الافضل من الاحاديث النبوية صلى الله تعالى على صاحبها نبينا محمد وسلم ومن الروايات الفقهية المعتمدة وشرعت فيها صبيحة ليلة الخميس التاسع عشر من شهر صفر المظفر سنة ۱۱۶۸ الف ومائة وثمان وستين من الهجرة النبوية على صاحبها افضل الصلوة واشرف السلام والتحية وسميتها ” بر تحفة المرغوبة في افضلية الدعاء بعد المكتوبة “ وبنيتها على باين وخاتمة الباب الاول في ان اصل الدعاء بعد المكتوبة

اور بعض نے اختلاف کیا۔

مخالفین نے دلیل کے طور پر ان روایات کو پیش کیا جو جواہر الفتاویٰ اور الاشیاء یا ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہیں اور جن کا حوالہ دیا گیا ہے اور جن کو اس رسالے کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے ان روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرضوں کے بعد سنت نماز سے پہلے دعا مانگنا مکروہ ہے۔ میں نے اس رسالہ میں حضور اکرمؐ کی احادیث اور معتد فقہاء کے مستند اقوال و دلیل کے طور پر پیش کئے ہیں کہ

فرض نماز کے بعد اور سنت نماز سے پہلے دعا مانگنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا مانگنا ہی افضل ہے۔ میں نے اس رسالہ کو ۱۸ صفر المظفر ۱۳۶۸ ہجری بموز جمعرات کو لکھنا شروع کیا اور اس کا نام ” تحفة المرغوبة في افضلية الدعاء بعد المكتوبة “ رکھا ہے۔

کتاب کے دو باب اور ایک خاتمہ ہے۔

باب اول میں ثابت کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا سخت مستحبہ ہے۔

باب دوم میں ثابت کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد سنت نماز سے

سنة مستحبة ، الباب الثاني في ان الدعاء بعد للكتابة قبل السنة
جائز بلا كراهة بل هو افضل من ان يكون بعد السنة ما لم
يكن دعاء طويلا ، الخاتمة في بيان الروايات التي استدلت بها
المخالفون وبيان حاصل هذه الرسالة .

الباب الاول

في ان اصل الدعاء بعد المكتوبة سنة مستحبة وفيه فصلان .

الفضل الاول :

في الاحاديث الواردة في ان اصل الدعاء بعد المكتوبة سنة
مستحبة فاقول مستعينا بالله العظيم قد اخرج الترمذي في سننه
والنسائي في عمل اليوم والليلة عن أبي امامة الباهلي رضي الله تعالى عنه

پہلے دعا مانگنا بلا کراہت جائز بلکہ افضل ہے۔ بشرطیکہ دعا لمسی نہ ہو اور خاتمہ میں
وہ روایات بیان کی گئی ہیں جن سے مخالفین نے سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کے
مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ نیز اس رسالہ کا خلاصہ بھی کر لیا ہے۔
فرض نماز کے بعد دعا سنت مستحبہ ہے۔ اس میں دو فضلیں ہیں۔

باب اول

فصل اول میں وہ احادیث پیش کی گئی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ فرض نماز کے
بعد دعا سنت مستحبہ ہے۔ پس میں اللہ سے مدد لیتے ہوئے کہتا ہوں۔ امام ترمذی
نے اپنے سنن میں اور امام نسائی نے اپنے سنن اور ابن سنی نے عمل اليوم والليلة میں
حضرت ابو امامہ البہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

قال قيل يا رسول الله ﷺ أي الدعاء أسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات . قال الترمذی: هذا حديث حسن قال العلامة عبد الحق الدهلوی: فی شرحه الفارسی (۱) علی المشکاة إن ظاهر هذه العبارة إن المراد متصلا بالقرض انتهى وأخرجه البخاری (۲) فی تاريخه الأوسط عن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالى عنه "أن رسول الله ﷺ كان يدعو دبر كل صلاة ثلاثا".

وآخرج مسلم عن ثوبان: قال كان رسول الله ﷺ إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام . قال للأوزاعي وهو أحد رواة الحديث: كيف الاستغفار؟

علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقبول ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آدمی رات کے بعد اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح نے اپنی مشہور فارسی کتاب شرح مشکوات میں لکھا ہے کہ اس دعا سے مراد وہ دعا ہے جو فرض نماز کے بعد متصل پڑھی جاتی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ للأوسط میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد تین بار دعا مانگتے تھے۔

امام مسلم نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فراغت کے بعد تین بار استغفار پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے " اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ " (ترجمہ) اے اللہ تیرے لئے ہی سلامتی ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے۔ تو بڑی برکتوں کا مالک ہے اے جلال اور عزت کے مالک۔

امام اوزاعی رح جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں ان سے دریافت کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ کا استغفار کس طرح ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا آپ تین مرتبہ استغفر اللہ - استغفر اللہ - استغفر اللہ پڑھتے تھے۔ امام بخاری

و قال يقول استغفر الله ، استغفر الله ، استغفر الله ،
 وأخرج البخارى ومسلم فى صحيحيهما وأبو داود والنسائى فى
 سننهما عن المغيرة بن شعبه رضي الله عنه : قال إن رسول الله ﷺ
 كان إذا فرغ من الصلاة وسلم قال لا إله إلا الله وحده
 لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير
 اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجند منك
 الجند ، ولفظ البخارى فى كتاب الاعتصام : « انه ، صلى الله
 تعالى عليه وسلم كان يقول هذه الكلمات دبر كل صلاة ، ولفظ
 البخارى أيضاً فى كتاب الصلاة : « دبر كل صلاة مكتوبة ،
 فهذا بعمومه شامل للمكتوبة التى بعدها سنة ، والتى لاسنة بعدها :

اور امام مسلم نے صحیحین میں اور نسائی اور ابوداؤد نے اپنے سنن میں حضرت مغیرہ
 بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز
 سے فارغ ہو جاتے تو یہ دعا مانگا کرتے کہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْجَدُّ
 قَدْ مَوَّعَى عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ . اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ
 وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنْدِ مِنْكَ

الْجَدُّ (ترجمہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا
 کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر
 قادر ہے۔ اے اللہ جسے تو عطا کرے اسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جسے تو
 منع کرے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلے میں کوشش کرنے والے
 کو اس کی کوئی کوشش فائدہ نہیں دے گی۔

امام بخاری نے کتاب الاعتصام میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ
 الفاظ ہر نماز کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں یہ بھی
 لکھا ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے

پس یہ الفاظ ہر اس نماز پر شامل ہیں جس کے بعد سنت ہے اور جس کے

وَأَخْرَجَ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ فِي مُسْنَدِهِمَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ : « أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ حِينَ يَسْلُمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَخْلُوعِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ » قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ : « كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَهْلِلُ بِهِمْ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ وَزَادَ بَعْضُهُمْ ” دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَفْرُوضَةٍ ” وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا :

بعد سنت نہیں ہے۔ مسلم نے اپنے صحیح میں اور ابو داؤد اور نسائی نے اپنے سنن میں عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ... دُبُرُ كُلِّ صَلَاةٍ حِينَ يَسْلُمُ: (یہ دعا آپ ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد مانگا کرتے تھے)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْعَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ... (الح زجرہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کا ملک ہے اور اس کے لئے حمد و تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ اسی کی نعمت ہے اور اسی کا فضل، سے اور اسی کے لئے ثنائے جمیل ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم نے اپنے دین کو اسی کے لئے خالص کر دیا اگرچہ کافروں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ (مسلم نسائی ابو داؤد)

ابن زبیر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے اور بعض راویوں نے ”دُبُرُ كُلِّ صَلَاةٍ مَفْرُوضَةٍ“ کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ یعنی ہر فرض نماز کے بعد آپ یہ پڑھا کرتے تھے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

”ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد رسول الله ﷺ قال ابن عباس : ” وكنتم أعلم إذا انصرفوا بذلك إذا سمعته “ وفي لفظ ” قال ما كنا نعرف “ ، اقضاء صلاة رسول الله ﷺ إلا بالتكبير “

وقال الشيخ عبد الحق الدهلوی رحمہ اللہ فی شرحہ الفارسی علی المشکاة أنه : ” قال بعضهم أنهم كانوا يكبرون على عهد رسول الله ﷺ بعد الصلاة مرة واحدة أو ثلث مرات انتهى . “
وأخرج البخاری فی صحیحہ فی أوائل کتاب الجہاد عن سعد بن أبی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ” أن رسول الله ﷺ كان يتعوذ دبر كل صلاة بهؤلاء الكلمات اللهم إني أعوذ بك

روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ فرض نماز کے بعد باواز بلند ذکر کرتے تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اتنا جانتا ہوں کہ آپ نماز سے فارغ ہوتے تو میں ان الفاظ کو سنتا تھا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کے اختتام کو نہیں جانتے تھے مگر باواز بلند اللہ اکبر کہنے سے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی مشکوٰۃ شریف کی فارسی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز کے بعد ایک مرتبہ یا تین بار اللہ اکبر پڑھا کرتے تھے۔ امام بخاری نے بخاری شریف کتاب الجہاد کے اوائل میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے۔

من الجبن وأعوذ بك من أن أردأى أُرذل العمر وأعوذ بك من
فتنة الدنيا وأعوذ بك من عذاب القبر ، وأخرج أبو بكر
بن شيبه في مصنفه عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه :
« قال كان رسول الله ﷺ عليه وسلم يقول إذا فرغ أحدكم من
الصلاة فليقل اللهم إني أسئلك من الخير كله ما علمت منه وما لم
أعلم وأعوذ بك من الشر كله ما علمت منه وما لم أعلم اللهم أسئلك
من خفا ما أسئلك به عبادك الصالحون وأعوذ بك من شر ما
استعاذك منه عبادك الصالحون ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة
حسنة وقنا عذاب النار ربنا إننا آمنا فاغفر لنا ذنوبنا وآتنا
ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم القيامة إنك لا تخلف الميعاد »

(ترجمہ) اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور اس بات سے تیری پناہ
مانگتا ہوں کہ میں اُرذل العمر کو سمجھوں اور تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ اور
پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔

ابوبکر بن شیبہ اپنے مصنف میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں
سے کوئی نماز پڑھ کر فارغ ہو تو وہ یہ الفاظ کہے۔

(ترجمہ) اے اللہ میں آپ سے وہ تمام بھلائی چاہتا ہوں جو میں جانتا ہوں اور جو
نہیں جانتا۔ اور اس تمام برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو میں جانتا ہوں اور جو
نہیں جانتا۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ تمام بھلائی مانگتا ہوں جس کا تجھ سے تیرے
نیک بندوں نے سوال کیا اور ہر اس برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے
تیرے نیک بندوں نے پناہ مانگی ہے۔ اے اللہ ہمیں دنیا اور آخرت میں نیکی عطا
فرما اور عذاب دوزخ سے بچا۔ اے اللہ ہم تجھ پر ایمان لائے پس ہمارے گناہ
معاف فرما اور ہمیں وہ عطا فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ہمیں قیامت
کے دن رسوا نہ فرما۔ بیشک اللہ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

واخرج ابو داود والنسائی فی سننہما وابو نعیم فی الحلیۃ
عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ : « ان النبی ﷺ قال لہ
اوصیک یا معاذ ولا تدعن ان تقول دبر کل صلاۃ اللہم اعنی
علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک » ولفظ ابو نعیم « اعنی
علی تلاوة القرآن وکثرة ذکرک الی آخرہ » .

وأخرج الامام احمد فی مسنده عن عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ
أن رسول اللہ ﷺ قال : « من قال قبل أن ینصرف ویثنی
رجلیہ دبر صلاۃ المغرب والصبح لا الہ الا اللہ وحده لا شریک
لہ لہ الملك ولہ الحمد بیده الخیر یحیی ویمیت وهو علی کل شیء
ابوداؤد اور نسائی نے اپنے سنن اور ابو نعیم نے الحلیۃ میں حضرت
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت معاذ بن جبل کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تجھے وصیت کرتا ہوں
ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنے کی اور اسے کبھی نہ بھوڑنا۔

أَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحَسَنِ عِبَادَتِكَ (ترجمہ)
اے اللہ اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔ ابو نعیم
کے الفاظ یہ ہیں : اَعِنِّيْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَكَثْرَةِ ذِكْرِكَ
ترجمہ : (اے اللہ میری مدد فرما قرآن مجید کی تلاوت اور کثرت ذکر پر)
آخر تک۔

امام احمد نے اپنے مسند میں عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح اور
مغرب نماز پر جانے سے پہلے دس مرتبہ یہ الفاظ پڑھے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
..... (ترجمہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی
کا ملک ہے اور اسی کے لئی ہر طرح کی حمد اور تعریف ہے۔ تمام بھلائیاں اسی
کے حاتمہ میں ہیں۔ وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت

واخرج احمد والترمذى وقال حسن صحيح عن عبد الرحمن
ابن عائش رضي الله عنه ومعاذ بن جبل رضي الله عنه وابن عباس رضي الله عنه
الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم : « إن الله تعالى قال يا محمد
إذا صليت فقل اللهم انى استلكت فعل الخيرات وترك المنكرات
وحب المساكين وان تغفرلى وترحمنى واذا اردت بعبادك فنة

عبد الرحمن ابن عائشؓ معاذ بن جبل اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ نماز پڑھا کریں تو کہا کریں۔

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے تمام بھلائیاں اور تمام برائیوں سے (اجتناب) اور مساکین کی محبت چاہتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرمائے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو اپنے بندوں کے بارے میں قنہ کی بات کا ارادہ فرمائے تو (اس وقت) میرا روح قبض فرما لے تاخیر کسی قنہ اور آزمائش کے۔ اے اللہ میں تیری محبت اور ہر اس شخص کی محبت اور ہر اس عمل کی محبت کا سوال

فأقبضني إليك غير مفتون اللهم اني اسئلك حبك وحب من يحبك
وحب عمل بقربني الى حبك ۝ وزاد الترمذی عن
ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا : ۝ اللهم اجعل حبك
احب الى من نفسی واهلی ومن الماء البارد ۝

وأخرج ابن السني (۱۰۰) في عمل اليوم والليلة، وأبو الشيخ
عن انس رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال : ۝ قل بعد
كل صلاة بعد ما ترفع يدك اللهم الهی اله ابراهيم واسحاق
ويعقوب واله جبرئيل وميكائيل واسرائيل اسئلك ان تستجيب
دعوتي فاني مضطر وتعصمني في ديني فاني مبتلى وتنانني برحمتك
فاني مذب وتنفني عني الففرقاني متمسكن

کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر لے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوورداء رضی اللہ عنہ اس حدیث کو
مرفوعاً روایت کرتے ہوئے ان الفاظ کو زیادہ کیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ
اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَاَهْلِيْ ... (ترجمہ) اے اللہ میرے لئے اپنی محبت
میرے اپنے نفس اور میرے اہل و عیال کے مقابلے میں ٹھنڈے پانی سے بھی
زیادہ محبوب بنادے۔

ابن السنی نے عمل الیوم والليلة میں اور ابو الشیخ نے انس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم
نماز کے بعد ہاتھ اٹھاؤ تو کہا کرو (ترجمہ) میرے اللہ اور حضرت ابراہیم اور
اسحاق اور یعقوب کے معبود اور حضرت جبرائیل اور میکائیل اور اسرائیل کے
معبود میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا کو قبول فرما کیونکہ میں مجبور
و مضطر اور پریشان حال ہوں اور یہ کہ تو میری میرے دین میں حفاظت فرما کیونکہ
میں آزمائش میں مبتلا ہوں اور مجھے اپنی رحمت میں گھیر لے کیونکہ میں گنہگار
ہوں اور یہ کہ تو میرے فقر و فاقہ کو دور فرما کہ میں مسکین ہوں۔

واخرج ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة ایضاً عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ : « أنه قال مادنوت من رسول اللہ ﷺ فی دبر کل صلاة مكتوبة ولا تطوع الا سمعته يقول اللهم اغفر لی ذنوبی وخطایای کلها اللهم انعشنی واجبرنی واهدنی لصالح الاعمال والاخلاق انه لا یهدی لصالحها ولا یصرف سبیلها إلا أنت »

واخرج ابن السنی ایضاً والطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان الذبی ﷺ « اذا انصرف من

الصلاة » ولفظ الطبرانی : « اذا سلم من الصلاة يقول اللهم أجعل خیر عمری آخره وخیر عملی خاتمہ وخیر ايامی يوم القاک »

ابن سنی نے بھی عمل الیوم واللیلہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جب کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ کو ہر فرض اور نفل نماز کے بعد یہ دعا مانگتے ہوئے سنتا۔ اللھم اغفر لی ذنوبی وخطایای کلھا اللھم انعشنی واجبرنی واهدنی لصالح الاعمال والاخلاق انه لا یهدی لصالحھا ولا یصرف سبیلھا الا انت (ترجمہ) اے اللہ میرے سارے گناہ اور سب خطائیں معاف فرما۔ اے اللہ مجھے نیک اعمال اور اخلاق کے لئے سرگرم فرما اور ان پر مجھے مجبور فرما اور ان کی طرف مجھے ہدایت عطا فرما۔ کیونکہ نیکی کی طرف ہدایت اور برائی سے حفاظت تو ہی فرما سکتا ہے۔

ابن سنی اور طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز سے فارغ ہوتے تھے اور طبرانی کے یہ الفاظ ہیں کہ جب آپ نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا مانگتے تھے

اللھم اجعل خیر عمری

قلت : الاحادیث الواردة فی الدعاء والذکر بعد الصلاة مطلقاً أو بعد المكتوبة سوى ما ذکرنا ایضاً كثيرة غزيرة مذكورة فی الحصن الحصین لابن الجزری وعمل الیوم واللیلة لابن السنی والکلم الطیب للسیوطی وغیرها لکنی اقتصرت منها علی هذا القدر فیها للمومن العامل کفاية وایضاً قد ورد فی الحدیث الانکار علی من ترک الدعاء بعد الصلاة .

فقد أخرج أبو داود وابن ماجه عن المطلب بن أبی وداعة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ : الصلاة مشئى مشئى وتشهد فی رکعتین وتباعدن وتمسکن وتفتح بديک وتقول اللهم اغفر لی فمن لم یفعل ذلك فهو خداج، قوله وتشهد فی کل رکعتین تفسیر لقوله مشئى كما فسر به

(ترجمہ) اے اللہ میری آخری عمر کو بہترین فرما اور میرا خاتمہ بالخير فرما اور میرے بہترین ایام وہ فرما جو تیرے ساتھ ملاقات کے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ مطلق نماز کے بعد یا فرض نماز کے بعد دعا اور ذکر کے لئے ہم نے جن احادیث کو بیان کیا ہے، ان کے علاوہ ابن الجزری کے حصن حصین، ابن السنی کے عمل الیوم واللیلہ اور سیوطی کے الکلم الطیب وغیرہ میں بہت سی احادیث مذکور ہیں لیکن میں نے ان احادیث پر اختصار کیا ہے، جو کسی بھی مومن کے عمل کے لئے کافی ہیں۔ نیز اسی طرح نماز کے بعد دعا کے ترک کو ناپسند کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابو داؤد اور ابن ماجہ مطلب بن ابی وداع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ نماز دو رکعت کی ہوتی ہے اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے۔ خشوع و خضوع اور عاجزی اختیار کرو اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگو : ”اَسْتَغْفِرُكَ“، فمن لم یفعل ذلك فهو خداج (ترجمہ) اے اللہ میری مغفرت فرما اور جو ایسا نہیں کریگا وہ نقصان میں رہتا ہے۔

الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ لفظ مثنیٰ مثنیٰ فی حدیث صلاۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ وقولہ وتشہد المذكور وما عطف علیہ من قولہ نباءس وتمسکن افعال مضارعة حذف منها احدی الثابین تخفیفًا وقولہ نباءس ای تخضع فی الدعاء من البؤس بمعنى الخضوع واظهار الفقر والحاجة وقولہ تمسکن ای تظهر المسکنة والتضرع فی دعائک وقولہ وتقع بدیک ای ترفعها من الاقناع قالہ فی النہایة وقولہ خداج ای ناقص ومعلوم ان امر برفع الید فی الدعاء دلیل علی ان المراد بهذا الدعاء الدعاء بعد السلام اذا الدعاء قبل السلام لیس فیہ رفع الیدین ولم یقل بذلك احد وقال فی مفاتیح الجنان شرح شرعة الاسلام: انه روى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنها

ہر دو رکعت کے بعد تشہد گویا کہ تفسیر ہے مثنیٰ کی جیسا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مثنیٰ سے مراد رات کی نماز ہے۔ یعنی رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے۔ اس میں تشہد ہے تباءس ہے تمسکن ہے تقع ہے۔ یہ مضارع کا افعال ہیں تخفیف کی خاطر ایک تا کو حذف کیا گیا ہے۔ تباءس کے معنی دعا میں عاجزی کرنے کے ہیں۔ البؤس۔ معنی خضوع کرنا اور اپنی حاجت اور فقر کا اظہار کرنا اور تمسکن کے معنی ہیں اپنی عاجزی اور مسکینی کا دعا میں اظہار کرنا اور تقع دعا میں ہاتھ بلند کرنا ہے۔ یہی صاحب النہایہ نے لکھا ہے اور خداج کے معنی ہیں ناقص۔ دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے حکم سے معلوم ہوا کہ یہ وہ دعا ہے جو سلام کے بعد پڑھی جاتی ہے کیونکہ جو دعا سلام سے پہلے ہے اس میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے اور نہ ہی کسی نے ایسا کہا ہے۔

مفاتیح الجنان شرح شرعة الاسلام میں ابن عباس رضى الله عنهما سے

ان النبی ﷺ قال : « ومن لم يفعل ذاك فهو خداج
ثم نسر الحديث فقال ای من لم يدع بعد الصلاة رافعا يديه الى
ربه مستقبلا ببطونها وجهه ولم يطلب حاجاته فما فعله من الصلاة
ناقصه عند الحق سبحانه وتعالى كذا حقه في التور انهي ما في
مفاتيح الجنان .

واخرج ابو داؤد عن ابی رمثة رضى الله تعالى عنه :
قال صلى نبی الله ﷺ ، ثم اقتتل ققام الرجل الذى ادرك
معه التكبير الاولى من الصلاة يشفع فوثب عمر فاخذ بمنكبه
ثم قال اجلس فانه لن يهلك اهل الكتاب الا انه لم يكن بين
صلاتهم فصل فرغ النبى ﷺ بصره فقال « اصاب الله بك
يا ابن الخطاب » واورد هذا الحديث صاحب المشكاة في باب

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ایسا نہیں کرتا
وہ نقصان میں ہے۔ حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے آگے فرماتے ہیں کہ جو
مخص نماز کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر اپنے معبود سے دعا نہیں مانگتا اور اپنی حاجت
طلب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نماز ناقص ہے۔ اسی طرح تخریر اور مغایر
البحان میں ہے۔ امام ابو داؤد نے ابی رمثہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی
ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور نماز سے فارغ ہو کر
ایک طرف ہوئے تو ایک مخص جو عجبر اولیٰ میں آپ کے ساتھ نماز میں شریک
تھا بغیر دعا کے اٹھ کر کھڑا ہوا اور وقفہ کے بعد نماز پڑھنے لگا۔ تب حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس کو کندھے سے پکڑ کر بٹھایا اور فرمایا کہ
« اهل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ہلاک کیا کہ ان کی نمازوں میں فصل نہیں
ہوتا تھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ
اے ابن خطاب اللہ تیرے ذریعے سے سیدھی راہ دکھائے اس حدیث کو

الذکر بعد الصلاة وقال العلامة عبد الحق الدهلوی رحمہ اللہ فی شرحہ الفارسی علی مشکاة : آوردن مصنف ابن حدیث را در این باب دلالت دارد بر آنکہ مراد بعدم فصل ترك ذکر بعد از نماز باشد یعنی بعد از نماز فرض باید کہ ذکر ی بکنند از آنچه وارد شدہ است در حدیث دیگر بعد از آن بر خیزد ہمس این حدیث دلالت دارد بر عدم وصل نطوع بفریضہ انتہی .

وقال الدهلوی أيضاً فی شرحہ العربی علی مشکاة ما حاصلہ انا يجوز أن ما كان ما ثوراً فی الأحادیث من الأدعية لا یوجب قرائنها کراهة تأخیر السنة انتہی .

وقال فی الفتاوی الصوفیة ناقلاً عن تفسیر البستی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما إنه قال : ” لم یعذر أحد فی ترك الذکر والدعاء بعد الصلاة ما لم یکن مغلوباً علی عقلہ انتہی “ .

صاحب مشکوات نے الذکر بعد الصلوۃ میں بیان کیا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مشکوٰۃ شریف کی فارسی شرح میں لکھا ہے کہ مصنف کا اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد ذکر کرنا چاہیے۔ ذکر کے بعد اٹھنا چاہیے۔ پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرض اور نوافل میں وصل نہیں کرنا چاہیے۔ نیز شیخ عبد الحق نے مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح میں لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ دعائیں جو احادیث سے ثابت ہیں ان کو اس لئے نہ چھوڑنا چاہیے کہ ان کے پڑھنے سے سنت میں تاخیر ہوگی۔ ” فتاویٰ صوفیہ “ میں تفسیر البستی سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ نماز کے بعد دعا اور ذکر کو وہی مختص چھوڑ سکتا ہے جس کی عقل پر کوئی چیز غالب آگئی ہو۔ فتاویٰ الحجۃ میں

وقال في الفتاوى المحجة : ” وجاء في الخبر أنه قال النبي ﷺ من استغفر بعد كل صلاة مكتوبة عشر مرات غفر الله له ذنوبه وإن كان أكثر من رمل عالج انتهى “ .

عالج بكسر اللام موضع بديار العرب فيه رمال كثيرة متراكمة متواصلة يتصل أعلاها بالدهناء بقرب البامة وأسفلها بنجد وهو موضع يسع مسافة أيام كثيرة حتى قال البكري رمل عالج يحيط بأكثر أرض العرب .

وقال الفقيه أبو الليث في كتابه التنبيه في باب الدعوات ” وروى من دعى بهذه الكلمات الخمس دبر كل صلاة كتب من الأبدال اللهم أصلح أمة محمد اللهم أرحم أمة محمد اللهم فرج عن أمة محمد اللهم أغفر لأمة محمد اللهم سلم أمة محمد ولجميع من آمن بك انتهى .

ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فرض نماز کے بعد دس مرتبہ مغفرت کی دعا مانگی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادے گا چاہے وہ عالج کے ریت سے بھی زیادہ کیوں نہ ہوں۔

عالج میں لام کے نیچے زیر ہے۔ یہ عرب کا ایک علاقہ ہے۔ اسکے اوپر کا علاقہ یمن سے ملتا ہے اور نیچے کا حصہ نجد ہے۔ اس میں ریت اور کٹکڑے جیسے بہت زیادہ ہیں۔ یہ بہت وسیع اور کٹی دن کی مسافت کا علاقہ ہے۔ البکری نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ رمل عالج عرب کے اکثر حصوں کو احاطہ کرتا ہے۔

تیسرے ابو الليث نے اپنی کتاب تنبیہ فی باب الدعوات میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد یہ پانچ کلمات کہے، اس کا نام ابدالوں میں لکھا جاتا ہے۔

وقد أخرج عبد بن حميد ، وابن جرير ، وابن المنذر ،
وابن أبي حاتم ، وابن مردويه من طرق عن ابن عباس رضي
الله تعالى عنهما في قوله تعالى : ” فإذا فرغت فانصب ” قال : إذا
فرغت من الصلاة فانصب إلى ربك بالدعاء وأسأله حاجتك .

وأخرج ابن أبي الدنيا عن عبد الله ابن مسعود رضي الله تعالى
عنهما فإذا فرغت من الصلاة فانصب إلى الدعاء وإلى ربك فارغب
في المسئلة .

وأخرج الفريابي ، وعبد بن حميد ، وابن جرير ، وابن
أبي حاتم عن مجاهد فإذا فرغت فانصب قال إذا صليت فأجتهد في
الدعاء والمسئلة .

اللهم اصلح امة محمد..... (ترجمہ) اے اللہ امت محمدیہ کی اصلاح
فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ پر رحم فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ (سے عذاب کو) دور
فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ کی مغفرت فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ اور ان سب کو

جو تجھ پر ایمان لائے ان کو سلامتی عطا فرما۔ (آخر تک)۔ عبد بن حمید ابن
جریر ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ کی تفسیر بیان کی ہے کہ جب
نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کی طرف توجہ کرو اور اپنی حاجات طلب کرو۔ ابن ابی
دنیا عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ فَرَغْتَ فَانصَبْ کا ترجمہ ہے جب
تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ وَ الْإِلَهِ رَبِّكَ

فَاتَعَبْ ” اور اپنے رب سے التجا کرو۔ فريابي نے عبد بن حميد ابن
جرير ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ
فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ” کا مطلب ہے جب تم نماز سے فارغ
ہو جاؤ تب دعا اور اپنی حاجات میں مصروف ہو جاؤ۔ عبد الرزاق نے عبد بن حميد

وأخرج عبد الرزاق ، وعبد بن حميد ، وابن جرير ، وابن المنذر وابن نصر ، عن قتادة ، فإذا فرغت فانصب قال : إذا فرغت من صلاتك فانصب في الدعاء .

وأخرج عبد بن حميد ، وابن نصر ، عن الضحاك فإذا فرغت فانصب قال : إذا فرغت من الصلاة المكتوبة فارغب إلى ربك في المسئلة والدعاء وذكر في عمدة الأبرار ناقلا عن صلاة المسعودي أنه قال النبي ﷺ بعد كل فريضة دعوة مستجابة

وقال في تاج المصادر في باب التفعيل إنه ورد في الحديث " من عقب في صلاة فهو في صلاة " معناه ، من جلس بعد الصلاة للذكر والدعاء فهو في الصلاة يعني في الثواب والأجر انتهى .

وقال العلامة ابن رسلان الرملي في تهذيب الأذكار له بعد ابن جرير ، ابن المنذر ، ابن نصر نے فتاویٰ سے تفسیر بیان کی ہے " فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ " جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کے لئے متوجہ ہو جاؤ۔ عبد بن حمید نے اور ابن نصر نے ضحاك سے " فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ " کی تفسیر بیان کی ہے کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ تب اللہ سے دعا اور اپنی حاجات میں مصروف ہو جاؤ "عمدہ الابرار" نے صلوة المسعودی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر فرض کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ تاج المصادر باب التفعیل میں حدیث ہے کہ جو نماز کے بعد بیٹھا رہے وہ بھی نماز میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز کے بعد ذکر اور دعا میں مصروف ہے گویا کہ وہ نماز میں ہے۔ یعنی ثواب اور اجر میں شریک ہے۔ علامہ ابن رسلان الرملي نے تہذیب الاذکار میں بھی یہی لکھا ہے۔ حدیث میں جو

ذکر هذا الحديث " أن التعقيب في الصلاة هو الجلوس بعد انقضاءها للدعاء " انتهى .

وقال في تفسير العمدة ناقلاً عن الأحاديث الأربعين للأمام الزاهد المروزي أنه قال النبي ﷺ : " من قرء آية الكرسي في دبر كل صلاة مكتوبة لم يكن بينه وبين الجنة حجاب إلا أن يموت ويدخل الجنة " .

وقال الشمس الجزري في الحوض الحصن " من قرء آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة إلا أن يموت " رواه النسائي وابن حبان في صحيحه وابن السني في عمل اليوم والليلة زاد الملا علي قاري في شرحه على الحصن الحصين رواه الطبراني أيضاً كلهم عن أبي إمامة . وقال في أصول الصغار

نماز کے بعد عقب آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ختم کرنے کے بعد دعا کے لئے بیٹھ جائے۔ تفسیر العمدة نے امام زاہد المروزی کی احادیث اربعین نقل کی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیہ الکرسی کی تلاوت کی اس شخص اور جنت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کہ وہ مرجائے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ الشمس الجزری نے حصن حصین میں لکھا ہے کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیہ الکرسی کی تلاوت کی اسکو جنت میں داخل ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا مگر یہ کہ وہ انتقال کرے۔

امام نسائی اور امام حبان نے اپنی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے ابن سنی نے عمل اليوم والليلة ملا علی قاری نے شرح حصن حصین میں اس کے علاوہ طبرانی نے ان تمام نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے۔ اصول الصغار میں ابن عباس

روى عن ابن عباس عن رسول الله ﷺ أنه قال من صلى ودعا بهولاء الدعوات اللهم اغنى بالعلم وزينى بالحلم وأكرمنى بالتقوى وجملى بالعافية كتبت صلاته بأربع مائة صلاة انتهى“

الفصل الثاني

فی ذکر الروایات الفقہیۃ الواردة فی أن أصل الدعاء بعد المكتوبة سنة مستحبة .
فأقول قال شرعة الإسلام ویغتنم أى المصلی الدعاء بعد المكتوبة انتهى .

قال فی مفاتیح الجنان شرح شرعة الإسلام قوله بعد المكتوبة أى قبل السنة انتهى .

وقال فی نور الأیضاح وشرحه المسمى بأمداد الفتاح ثم بعد الفراغ عن الصلاة يدعو الإمام لنفسه والمسلمین رافعی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ جس نے نماز پڑھی اور ان کلمات سے دعا مانگی :
اللّٰهُمَّ اغْنِنِي بِالْعِلْمِ..... (ترجمہ) اے اللہ مجھے علم سے نواز اور مجھے علم کے ساتھ مزین کر اور تقویٰ کے ذریعے مجھے عزت دے اور عافیت کے ساتھ مجھے رہنے دے۔ تو اس کے لئے ایک نماز چار سو نمازوں کے برابر لکھی جاتی ہے۔

الفصل الثاني

ان فقہی روایات کا ذکر جن میں یہ وارد ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا سنت مستحبہ ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ صاحب شرعۃ الاسلام نے لکھا ہے کہ نمازی فرض نماز کے بعد دعا طلب کرے۔
مفتاح الجنان شرح شرعۃ الاسلام میں ہے کہ فرض نماز کے بعد کا مطلب ہے سنت سے پہلے نور الايضاح اور اس کی شرح امداد الفتاح میں ہے کہ امام

أیدیہم حذاء الصلر و بطونہا ممسایلی الوجه بخشوع و سکون ثم
یمسحون بها وجوہہم فی آخرہ اى عند الفراغ من الدعاء انتهى .

وقال العلامة ابن رسلان الرملی فی کتاب تہذیب الاذکار
لہ اذہ قد أجمع العلماء علی استحباب المذکر والدعاء بعد الصلوة
وجاءت فیہ احادیث كثيرة انتهى .

وقال فی الفتاوی الصوفیة ناقلا عن البستی أنه قال فی تفسیرہ
فی تفسیر قوله تعالى فاذا قضیتہم الصلوة فاذا ذکروا اللہ قیاما
وقعوداً وعلی جنوبہم الآیة اى اذکروا اللہ تعالی وأدعوا لہ بعد
الفراغ من الصلوة انتهى .

نماز کے بعد ہاتھوں کو سینے کے برابر اٹھا کر اپنے لئے اور ان تمام مسلمانوں کے
لئے جو اس کے سامنے ہیں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا مانگے گا اور دعا
کے بعد وہ تمام لوگ ان ہاتھوں کو اپنے چہرے سے مسح کریں گے (تو ان کی
مغفرت ہوگی)۔ علامہ ابن رسلان الرملی نے اپنی کتاب تہذیب الاذکار میں لکھا
ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ نماز کے بعد دعا اور ذکر مستحب ہے اور اس
کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ فتاوی الصوفیہ نے البستی سے نقل کیا
ہے اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو قرآن کریم میں ہے :

فَاِذَا قَضَيْتُمْ الصَّلٰوةَ (ترجمہ) اور جب تم نماز ادا کرو
تو اللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر یاد کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے
کہ نماز سے فراغت کے بعد اللہ سے دعا کریں اور ذکر اذکار کریں۔ فتاوی
الصوفیہ نے جامع المغفرات فی باب صلوة الکسوف سے نقل کیا ہے کہ نماز
کے بعد دعا مانگنا سنت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

وقال فی الفتاوی الصوفیة أيضاً ناقلاً عن جامع المضممرات
فی باب صلاة الکسوف و ناقلاً عن التحفة أن من السنة الأدعية
بعد الفراغ من الصلاة لقوله تعالى فأذا فرغت فانصب وإلى ربك
فارغب انتهى .

وقال الفقیه ابو الیث فی بستانه فی آداب الوضوء والصلاة
أنه إذا فرغ المصلی من صلاته ینبغی أن یدعو الله تعالى لنفسه
ولوالديه ولجميع المسلمين والمسلمات انتهى .

وقال فی فوائد الجامع الصغير فی باب التکبیر فی الصلاة فی
موضع ذکر التحمید وانواع التحمید أن الدعاء موضعه آخر
الصلاة قال الله تعالى فإذا فرغت فانصب أى للدعاء انتهى .

وقال فی المنافع فی قوله تعالى فإذا فرغت فانصب أى إذا
فرغت من صلاتک فاجتهد فی الدعاء وإلى ربک فارغب فاجعل

ترجمہ) پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ فقید
ابوالیث اپنی بستان کے باب آداب وضو اور نماز میں لکھتے ہیں کہ امام جب نماز
سے فارغ ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ سے اپنے اور اپنے والدین، تمام مسلمان
مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرے۔ فوائد جامع صغیر میں تکبیر فی الصلوۃ
کے باب میں حمد اور حمد کی اقسام کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ دعا نماز کے آخر

”میں پڑھی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے
”فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ“ یعنی دعا کے لئے متوجہ ہو جاؤ۔ المنافع میں
ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ”فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ“ جب تم
نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں مشغول ہو جاؤ۔

اپنے رب کی طرف خصوصی رغبت کرو اور اللہ تعالیٰ سے اپنے فضل کے علاوہ

الیدین ومسح الوجه بعد الفراغ انتهى .

قلت ثبت یجمع ما ذکرنا فی هذین الفصلین من الاحادیث النبویة والروایات الفقہیة ان الدعاء بعد المکتوبة سنة فان قیل قد ذکر الشیخ عبد الحق الدہلوی رحمہ اللہ فی شرحہ علی الصراط المستقیم ما لفظہ : ” اما این دعا کہ ائمہ مساجد بعد از سلام نماز میکنند ومقتدیان آمین آمین میگویند چنانکہ الآن در دیار عرب و عجم متعارف ست از عادت بیغمبر ﷺ نبود ودرین باب هیچ حدیثی ثابت نشده وبدعی است مستحسن انتهى .

فما الجواب عنه ؟ قلت الجواب عنه علی وجوه الوجه الاول انه قال العلامة فتح محمد بن الشیخ عیسی الشطاری صاحب مفتاح الصلاة فی کتابہ المسمی بفتوح الاوراد ما حاصلہ ان الشیخ عبد الحق انما حکم بکونه بدعة لانه لم یطلع علی الاحادیث

اپنے چہرے پر مسح کرنا اور دعا مانگنا مسنون طریقہ ہے۔

میں کہتا ہوں ان دونوں فصلوں میں ہم نے جو احادیث نبویہ اور فقہاء کے اقوال نقل کئے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے۔ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح صراط المستقیم میں لکھا ہے ائمہ مساجد سلام کے بعد دعا مانگتے ہیں اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں اور یہ طریقہ اب عرب و عجم میں متعارف اور مشہور ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ نہ تھا اور اس باب میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے اور یہ بدعت حسنہ ہے تو اس کا کیا جواب ہے۔

میں کہتا ہوں اس کے کئی جوابات ہیں۔ پہلا یہ کہ علامہ فتح محمد بن شیخ عیسیٰ الشطاری صاحب مفتاح الصلوٰۃ اپنی کتاب فتوح الاوراد میں لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ عبد الحق نے اس کو بدعت کہا ہے کیونکہ وہ ان

رغبتك إليه خصوصاً فلا تسأله إلا فضله انتهى .

وقال في المبسوط فإذا فرغت من الصلاة فارغب للدعاء إلى الله تعالى فإنه أقرب إلى الإجابة انتهى .

وقال العلامة العيني الحنفی فی شرحه علی البخاری فی باب الذكر بعد الصلاة عقیب ذکر حدیث أبی هريرة رضی الله تعالى عنه أن من فوائد هذا الحديث استحباب الذكر عقیب الصلاة لانها اوقات فاصلة یرتجى فیها اجابة الدعاء انتهى

وقال فی فتوح الاوراد: ” ابن دست برداشتن بعد از نماز ودعا کردن سنت است مستحبیه چنانکه از احادیث مستفاد میشود ودر احادیث صحیحہ مقرر شده کہ دعا بعد از مکتوبہ قبول است واز حدیث صحاح سنۃ معلوم میشود کہ طریقه دعا دست برداشتن بکیفیت متعارفہ است “ انتهى .

وقال فی شرح توزیع الاوقات ناقلاً عن العقائد السنیة وعن منهج العمال ان الدعاء بعد الصلاة المکتوبہ مسنون وکذا رفع

کچھ نہ مانگو۔ المبسوط میں ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کیونکہ یہ مقبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ علامہ عینی الحنفی نے بخاری شریف کی شرح باب ذکر بعد الصلوٰۃ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے فائدہ یہ ہے کہ نماز کے بعد ذکر کرنا مستحب ہے اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

فتوح الاوراد میں ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت مستحب ہے اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور صحاح ستہ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر متعارف طور پر دعا مانگنے کا طریقہ ہمیشہ متواتر رہا ہے۔ شرح توزیع الاوقات نے عقائد السنیۃ اور منہج العمال سے نقل کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر

المرويه في الصحاح الستة وغيرها الواردة في الادعية الماثورة بعد الصلاة انتهى .

ولهذا قال درين باب هيچ حديثي وارد نشده، الوجه الثاني أنه اي الشيخ عبد الحق ان اراد ان اصل الدعاء بعد الصلاة بدعة فلاويب ان قوله غير صحيح لكونه مردوداً بجميع ما ذكرنا في هذين الفصلين من الاحاديث النبوية والروايات الفقهية الدالة على سنية الدعاء بعد المكتوبة .

الوجه الثالث انه اي الشيخ عبد الحق ان اراد ان الدعاء بعد الصلاة بهذه الكيفية المخصوصة من رفع اليدين وقول آمين آمين من المقتدين بدعة فهو غير صحيح ايضاً لان رفع اليدين من

صحاح ستہ کی احادیث سے مطلع نہ ہوئے جو دعا ماثورہ کے بارے میں صحاح وغیرہ میں آئی ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث نہیں آئی

دوسرا جواب

ہے۔

شیخ عبد الحق محدث اس کو بدعت کہتے ہیں اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز کے بعد دعا کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ بدعت ہے تو بلاشبہ ان کا یہ قول قابل رد ہے اور غیر صحیح ہے کیونکہ دو فصلوں میں احادیث نبوی اور فقہاء کے بہت سے اقوال ہم نے ذکر کئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعائے مستحبہ ہے۔

تیسرا جواب اگر شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس مخصوص کیفیت کو بدعت کہا ہے جس میں لوگ ہاتھوں کو اٹھائیں اور آمین آمین کہیں تو یہ بھی صحیح نہیں

ہے۔

سنن الدعاء ومسح الوجه باليدين بعد الدعاء من سنن الدعاء ايضاً
وقول آمين آمين من السامعين من سنن الدعاء ايضاً وان كانت
هذه الامور سنناً مستحبة لا مؤكدة والامر المركب من السنن
الماثورة لا يصح القول بكونه بدعة اما كون رفع اليدين
سنة الدعاء . ثابت بالاحاديث النبوية والروايات الفقهية اما
الاحاديث فنما ما أخرجه أبو داود عن خلاد بن السائب عن
أبيه أو عن السائب بن يزيد عن أبيه قال كان رسول الله ﷺ
إذا دعا رفع يديه ومسح وجهه بيديه ورواه الطبراني في معجمه
الكبير

وقال عن خلاد بن السائب عن أبيه ومنها ما رواه الترمذي
عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال كان رسول الله ﷺ
إذا رفع يديه في الدعاء لم يخطها حتى يمسح بهما وجهه وروى

ہاتھوں کو اٹھانا لوگوں کا آمین آمین کہنا اور ہاتھوں کو چہرے پر ملانا یہ
تمام دعا کے مسنون طریقے ہیں اور سنت مستحبة ہیں نہ کہ مؤکدہ جوامر سنت
ماثورہ سے مرکب ہو اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں ہے اسی طرح ہاتھوں کو اٹھانا بھی
مسنون ہے۔ احادیث نبوی اور فقہاء کی روایات سے ثابت ہے۔

— چنانچہ ان روایات میں سے وہ ہے جو ابو داؤد نے خلاد بن سائب
اور وہ اپنے باپ سے یا سائب بن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تھے تو ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور اپنے چہرہ
پر مسح کرتے تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے معجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور کہا
ہے کہ اس سے خلاد بن سائب نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی
نے بھی اسے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ رسول اللہ
جب بھی دعا مانگتے تھے تو ہاتھوں کو ایسے ہی نہیں چھوڑتے تھے بلکہ انکو چہرہ پر مسح
کرتے تھے۔ ابو داؤد نے ابن عباس سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابن

ابو داؤد عن ابن عباس عن النبی ﷺ تحوہ ومنها ما قال ابن الجزری فی الحصن الحصین ان من آداب الدعاء رفع الیدین رواہ الجماعة یعنی اصحاب الکتب السنۃ وان یرفعها حذو المنکبین رواہ الامام أحمد فی مسنده وأبو داؤد فی سننه وأبو بکر بن أبی شیبہ فی منصفه ومنها ما روى ابن عباس رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ قال المسئلة ان ترفع یدیک حذو منکبیک أو نحوہما رواہ أبو داؤد واللفظ لہ والحاکم فی المستدرک ومنها ما روى عن علی رضی اللہ عنہ قال : قال النبی ﷺ رفع الایدی من الاستکانۃ الی قال: ” فما استکانوا لربہم وما یتضرعون والاحادیث فی رفع الیدین عند الدعاء کثیرہ شہیرہ .

الجزری نے حصن حصین میں لکھا ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا تو دعا کے آداب میں سے ہے۔

اسکے علاوہ صحاح ستہ میں راویوں کی ایک بڑی جماعت نے اس کو روایت کیا ہے کہ دعا میں کاندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔

چنانچہ امام احمد نے اپنے مسند میں اور ابو داؤد نے اپنے سنن میں ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ کاندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے جائیں۔ اس کو ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ اسی طرح حاکم نے مستدرک میں حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عاجزی کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھاؤ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی۔

”فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ“ (ترجمہ) پھر اپنے رب کے لئے نہ جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی۔ دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں بہت مشہور روایتیں موجود ہیں۔

واما الروایات الفقہیہ فنہا ما قال فی القنیۃ المستحب
ان یرفع یدہ عند الدعاء بحذاء صدرہ کذا روی ابن عباس من
فعل النبی ﷺ انتہی .

ومنها ما ... العلامة الشیخ رحمۃ اللہ السندی فی منسکہ
المتوسط من آداب الدعاء رفع الیدین للدعاء وتکرار الدعاء
ثلاثا وافتتاحہ بالحمد والصلاة انتہی .

وقال الملا علی قاری فی شرحہ علی ذلک المنسک ان ہذہ
الثلاثۃ من مستحبات مطلق الدعاء انتہی
وقدما آتفا نقلا عن العقائد السنیۃ ومنہج العمال ما ہر
صریح فی سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد المكتوبۃ .
وکذا قدما آتفا عن شرعۃ الاسلام وشرحہ امداد الفتاح
فہو صریح فی مطلوبیۃ رفع الیدین بعد الفراغ من الصلاة .

اور (اس سلسلہ میں) جہاں تک فقہاء کی روایات
کا تعلق ہے القنیۃ نے کہا ہے کہ دعا کرتے ہوئے سینے کے سامنے ہاتھ اٹھانا
مستحب ہے ۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
روایت کیا ہے ۔

علامہ شیخ رحمہ اللہ سندھی نے (ابن قاضی عبداللہ السندی) شک میں کہا ہے
کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا تین مرتبہ دعا مانگنا دعا کو حمد و صلوة سے شروع کرنا ۔ یہ
تمام چیزیں آداب دعا میں سے ہیں ۔ ملا علی قاری نے المنسک کی شرح میں لکھا
ہے کہ تینوں چیزیں دعا کے مستحبات میں سے ہیں ۔

اسی طرح ہم ”عقائد سنہ“ اور منہج العمل سے واضح کر چکے ہیں کہ فرض

نماز کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے ۔ اسی طرح شرع الاسلام امداد
الفتاح میں بھی صراحت نماز سے فراغت کے بعد ہاتھوں کو اٹھانے کا ذکر موجود

واما كون مسح الوجه باليدين بعد الفراغ من الدعاء سنة
الدعاء فثابت أيضاً بالاحاديث والروايات الفقهية اما الاحاديث
فمنها ما قدمنا آنفاً في احاديث رفع اليدين من رواية أبى داؤد
والطبرانى ومنها ما ساقى لاحقاً نقلاً عن حديث أبى داود والترمذى
وابن ماجه وابن حبان والحاكم ومنها ما أخرجه الترمذى عن
عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه قال كان رسول الله ﷺ
إذا رفع يديه في الدعاء لم يردّها حتى يمسح بهما وجهه ومنها
ما أخرجه ابن ماجه عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : قال
رسول الله ﷺ إذا فرغت من الدعاء فامسح بيدك وجهك .
وأما الروايات الفقهية فهي أكثر من ان تحصي قد ذكرنا
في هذه الرسالة سابقاً ولا حقا شيئاً منها نقلاً عن نور الايضاح

وشرحه امداد الفتاح ومواهب الرحمن وشرحه البرهان والعقائد
السنية ومنهج العمال وغيرهما .

ہے دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرہ پر ملنے کے متعلق احادیث اور فقہاء کے اقوال،
رفع یدین کی احادیث میں گزر چکے ہیں اور کچھ آنے والے ہیں۔

✓ رفع یدین کی حدیث جس کو ابو داؤد اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔
ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم کی روایت جس کو ترمذی نے عمر ابن
الخطاب سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرمؐ جب بھی دعا مانگتے تھے تو ہاتھوں کو
اٹھا کر آخر میں اپنے چہرہ پر مسح کرتے تھے۔ ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ
ہو تو دونوں ہاتھوں کو چہرے پر مسح کرو۔ جہاں تک فقہاء کے اقوال کا تعلق ہے
تو وہ بے شمار ہیں ان میں سے کافی ہم نے اس رسالہ میں ذکر کئے ہیں جن کو ہم
نے نور الايضاح، امداد الفتاح، مواهب الرحمن، البرهان العقائد السنية، منهج
العمال یا ان کے علاوہ دوسری کتب سے نقل کیا ہے۔

و اما کون قول المقتدین آمین آمین سنۃ الدعاء فتاوت ایتضا
بالاحادیث والروایات الفقہیۃ .

أما الحدیث فنہا ما قال الجزری فی حصنہ ان من آداب
الدعاء تامين المستمع رواه البخاری ومسلم وأبو داود والنسائی
ومن آدابه مسح وجهه بیدیه بعد فراغه رواه أبو داود والترمذی
وابن ماجه وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ ومنها
ان الله سبحانه وتعالى لما اسر موسى وهارون عليهما السلام بالدعاء
جعل موسى يدعو وجعل هارون يقول آمين آمين فاجاب الله تعالى
دعائهما كما بينه الله تعالى في القرآن العظيم يقول: "قال قد اجيبت
دعوتكما" كما في كتب التفسير .

وأما الروایات الفقہیۃ فنہا ما ذکرنا سابقا عن نور الابيضاح
وبشرحه امداد الفتاح وغيرهما ومنها غير ذلك .

مقتدیوں کا آمین آئیں کہنا بھی دعا کا مسنون طریقہ ہے جو کہ احادیث اور فقہاء
کے اقوال سے ثابت ہے۔ احادیث میں وارد ہے جن کو الجزری نے حصن
صغیر میں ذکر کیا ہے کہ مقتدیوں کا آمین آئیں کہنا دعا کے آداب میں سے ہے۔

اس کو بخاری، ابو داؤد اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

دعا کے آداب میں سے چہرے پر ہاتھوں سے مسح کرنا بھی ہے جس کو ابو داؤد،
ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان نے صحیح اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے
ان ہی روایات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ اور
حضرت ہارون کو دعا مانگنے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ دعا مانگتے تھے اور حضرت
ہارون آمین آمین کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دعا کو قبول فرمایا جس کا بیان
قرآن مجید میں موجود ہے۔ جہاں تک فقہاء کے اقوال کا تعلق ہے تو اس کا ذکر
ہم نور الابيضاح اور امداد الفتاح وغیرہ کے حوالے سے کر چکے ہیں۔

الباب الثانی

فی أن الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة جائز بلا كراهة بل هو
أفضل من أن يكون بعد السنة وفيه فصلان .

الفصل الأول

فی الأحادیث الدالة علی ذلك وقد علمت مما ذكرنا فی
الباب الأول أن أصل الدعاء بعد المكتوبة سنة مستحبة بقی الكلام
فی أن الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة هل هو مكروه أم لا .

فنقول قد قدمنا فی الباب الأول مما رواه البخاری فی تاریخه
الأوسط عن المغيرة بن شعبه رضی الله تعالى عنه أنه رضی الله عنه كان
يدعو دبر كل صلاة وقد نهى رسول الله ﷺ أن ينص الإمام
نفسه بالدعاء دون المؤمنين فقد أخرج أبو داود فی سننه وغيره
أنه قال رسول الله ﷺ أن الإمام إذا دعا لنفسه خاصة ولم يدع
للمؤمنين فقد خانهم .

باب ثانی اس باب میں کہ فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے
دعا بلا کراہت جائز ہے بلکہ بعد میں دعا کرنے سے افضل ہے ۔
اس میں دو فصل ہیں :

باب اول میں احادیث سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ دعا کرنا فرض نماز
کے بعد ہی سنت مستحبہ ہے۔ اب رہی یہ بات کہ آیا فرض نماز کے بعد سنت
سے پہلے دعا مکروہ ہے یا نہیں؟

ہم کہتے ہیں کہ باب اول میں ہم وہ روایت بیان کر چکے ہیں جو بخاری نے تاریخ
اوسط میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرمؐ ہر نماز کے بعد دعا
فرماتے تھے اور پچھک آپؐ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ امام صرف اپنے لئے
دعا مانگے اور مومنین کے لئے دعا نہ مانگے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد نیز اس کے علاوہ
دوسری کتب میں بھی ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: امام صرف اپنے لئے دعا
مانگے اور مومنوں کے لئے دعا نہ کرے تو اس نے گویا ان لوگوں کے ساتھ
خیانت کی۔

وأخرج مسلم في صحيحه وأبو داود في سننه والإمام أحمد في مسنده عن عبد الله بن شقيق رضي الله تعالى عنه قال سئلت عائشة رضي الله تعالى عنها عن صلاة رسول الله ﷺ فقالت كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً ثم يخرج فيصلّي بالناس الظهر ثم يدخل فيصلّي ركعتين ثم يخرج فيصلّي بالناس العصر ويصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلّي ركعتين ثم يصلي بالناس العشاء فيدخل في بيتي فيصلّي ركعتين الحديث وفي آخره وكان إذا طلع الفجر صلى ركعتين ثم يخرج فيصلّي بالناس صلاة الفجر .

وأخرج الترمذی فی الشامی وابن ماجه فی سننه عن عبد الله ابن سعد الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال سئلت رسول الله ﷺ أيما أفضل الصلاة في البيت أو الصلاة في المسجد

مسلم نے اپنے صحیح، ابوداؤد نے سنن اور امام احمد نے اپنے مسند میں عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت ظہر میرے گھر میں ادا کرتے پھر باہر جاتے اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرتے پھر واپس آتے اور دو رکعت نماز گھر میں ادا کرتے تھے پھر عصر کے لئے جاتے اور لوگوں کے ساتھ عصر کی نماز ادا کرتے اور لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کرتے اور واپس آکر دو رکعت ادا کرتے تھے۔ اسی طرح لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتے پھر میرے گھر آتے اور دو رکعت اگر گھر میں ادا کرتے۔ حدیث کے آخر میں ہے کہ جب فجر طلوع ہو جاتی تو دو رکعت گھر میں ادا کرنے کے بعد لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ ترمذی نے شامی میں اور ابن ماجہ نے سنن میں عبد اللہ بن سعد انصاری سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسی نماز سب سے افضل ہے گھر میں یا مسجد میں؟ آپ نے فرمایا مسجد میں نماز پڑھنے سے گھر

قال لأن أصل في بيتي أحب من أن أصلي في المسجد إلا أن تكون صلاة مكتوبة

وأخرج البخاري ومسلم وغيرهما عن زيد بن ثابت رضي الله عنها قال : رسول الله ﷺ أفضل الصلاة صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة

وأخرج الترمذي أيضاً وقال في الباب عن عمر بن الخطاب وجابر بن عبد الله وأبي سعيد وأبي هريرة وابن عمر وعائشة وعبد الله بن سعد وزيد بن خالد الجعفي رضي الله تعالى عنهم .

وأخرج أبو داود والترمذي والنسائي عن كعب بن عجرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ أتى مسجد عبد الأشهل فصلى بهم المغرب فلما قضوا صلاتهم راهم يسبحون أي يتنفلون فقال ﷺ هذه صلاة البيوت قلت ففي كل من هذه الأحاديث دليل

میں نماز پڑھنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں بشرطیہ کہ وہ فرض نماز نہ ہو۔ بخاری اور مسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین نماز وہ ہے جو گھر میں ادا کی جائے سوائے فرض نماز کے۔ امام ترمذی نے بھی اس باب میں عمر بن الخطاب، جابر بن عبد اللہ، ابو سعید، ابو ہریرہ، ابن عمر، عائشہ صدیقہ، عبد اللہ بن سعد، زید بن خالد الجعفی رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کی ہیں۔ نیز ابو داؤد ترمذی اور نسائی نے کعب بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الاشهل کی مسجد میں لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد لوگ نوافل پڑھنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ نماز گھروں میں پڑھنے کی ہے۔

میں کہتا ہوں ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

علیٰ اَنہ ﷺ کان یصلی السنن والنوافل فی البیت أما الحدیث
 الأول فدلالته علی ذلك ظاهرة وأما البواق فلأن الظاهر أَنه ﷺ
 لا یترک غالباً ما هو أفضل وأحب إلیه فی باب العبادات ولهذا قال
 فی منیة المصلی روى عن النبی ﷺ أَنه کان یصلی جمیع السنن
 والوتر فی البیت

وقرر ذلك شراح المنیة فعلم من هذه الأحادیث أمران
 الأول أَن النبی ﷺ کان يدعو لنفسه ولن معه من المسلمین دبر
 كل صلاة الثانی أَن دعاءه ذلك کان قبل السنة ویبقى الناس
 ینتظرونه للدعاء لذلك الوقت فثبت المطلوب .

الفصل الثانی

فی الروایات الفقهیة الدالة علی أَن الدعاء بعد المكتوبة قبل
 السنة جائز بلا كراهة بل هو أفضل من أَن یكون بعد السنة .

وسلم سنن اور نوافل کو گھر میں ادا کرتے تھے۔ جہاں تک پہلی حدیث کا تعلق
 ہے، اس کی دلالت بھی ظاہر ہے ربی دوسری احادیث تو ظاہر ہے کہ عبادات میں

جو صورت افضل ہوتی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کرتے تھے اور
 اس کو ترک نہیں فرماتے تھے۔ اسی بنا پر منہ المصلیٰ میں بیان کیا گیا ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ تمام سنتیں اور وتر نمازیں گھر
 میں ادا کیا کرتے تھے اور یہ بات منہ المصلیٰ کے شارحین نے ثابت کی ہے۔
 ان روایات سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 ہر نماز کے بعد اپنے لئے اور ان مسلمانوں کے لئے بھی جو آپ کے ساتھ ہوتے
 تھے دعا مانگتے تھے۔ دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کی یہ دعا سنت سے پہلے
 ہوتی تھی اور لوگ دعا کا انتظار کرتے تھے پس جو ہمارا مطلوب تھا وہ اس سے
 حاصل ہو جاتا ہے۔

الفصل الثانی یہ فصل ان فقہی روایات کے بیان میں

فأقول قال في مفاتيح الجنان شرح شرعة الإسلام
ويقتنم المصلی الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة على ما روى عن الباقر
من أنه الأفضل أن يشتغل بالدعاء بالسنة وهو المشهور المعمول في
زماننا فإنه مستجاب بالحديث قال وروی أنه كان لحسن البصری
جار یحطب علی ظهره فكان إذا سلم الإمام خرج من المسجد
سریعاً فقال له الحسن يوماً یا هذا لم لا تجلس ساعة إن لم تكن لك
حاجة فی الآخرة فلا حاجة لك فی الدنيا قف بعد الصلاة وأدع
الله تعالى واستله حولة تحمل علی ظهرها ذكره فی الخالصة انتهى
ما فی المفاتيح وقال فی مواهب الرحمن وشرحه المسمى بالبرهان
ما لفظه ويستحب له أى للإمام بعد السلام أن يستغفر الله ثلاثاً

ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ فرض نماز کے بعد اور سنت سے پہلے دعا بلا
کراہت جائز ہے بلکہ سنتوں کے بعد دعا کرنے سے زیادہ افضل ہے میں کہتا
ہوں کہ مفاتيح الجنان 'شرح شرع الاسلام' میں ہے کہ نمازی فرض نماز کے بعد
سنت سے پہلے دعا کرنے کو غنیمت جانے چاہیے کہ بقی سے مروی ہے کہ افضل
یہی ہے کہ سنتوں میں مشغول ہونے کی بجائے دعا میں مشغول ہو اور یہی ہمارے
زمانے کا مشہور معمول ہے اور ہمارے زمانے میں اس عمل سے بڑا اور
حدیث سے ثابت ہوا کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے بقی نے حضرت
حسن بصری سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ان کا ایک پڑوسی (لکڑہارا) تھا جو
لکڑیوں کو پیٹھ پر رکھ کر آتا تھا (یعنی لکڑی کا کاروبار کرتا تھا) جب امام سلام
پھیرتا تھا تو وہ مسجد سے بڑی جلدی بغیر دعا کئے نکل جاتا تھا۔ ایک دن حضرت
حسن بصری نے اسے کہا بھائی کیوں تم دعا کے لیے تھوڑی دیر دعا کے لئے بھی
نہیں بیٹھتے؟ اگر تمہیں آخرت کی ضرورت نہیں تو پھر دنیا کی بھی کیا ضرورت
ہے؟ نماز کے بعد تھوڑی دیر بیٹھو اور اللہ سے اس سواری کو مانگو جو تجھے پیٹھ پر
روز قیامت اٹھائے۔ اس روایت کا ذکر القاصد میں بھی ہے مفاتيح کا حوالہ
میں تک ہے مواهب الرحمن اور اس کی شرح البرهان کے الفاظ یہ ہیں کہ
امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام کے بعد تین مرتبہ اللہ سے استغفار کرے۔

ویقرء آية الكرسي والمعوذات ويقول اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“ ويقول ما ورد بعد كل صلاة مكتوبة وهو لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجند منك الجند إلى أن قال ثم يدعو الامام لنفسه وللمسلمين من الأدعية الجامعة الماثورة رافعا يديه حذاء صدره جاعلا باطن كفه مما يلي وجهه بخشوع وسكون ويمسح بها وجهه في آخره أي آخر الدعاء انتهى .

وهذا نص على جواز الدعاء بين الفريضة والسنة بل على استحبابه بقرينة أنه لم يقل ثم يصلي السنة ثم يدعو لنفسه وللمسلمين .

آیت الکرسی، معوذات (سورہ قلقل، سورہ ناس) اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَمِنْتَ السَّلَامُ..... الخ

(ترجمہ) اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے ہے سلامتی ہے تو بڑی برکتوں کا مالک ہے اے جلال اور عزت والے۔ اور ہر فرض نماز کے بعد یہ ورد کرے۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ..... الخ

(ترجمہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف اور حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جس کو تو عطا کرے اسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جس کو تو منع کرے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلے میں کوشش کرنے والے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔ پھر امام ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے جامع اور ماثورہ دعائیں جو احادیث سے ثابت ہیں مانگے دنا کے لئے دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ ہاتھ سینے کے سامنے ہوں اور ہتھیلیاں چہرہ کے قریب نہایت خشوع اور خضوع سے لے جائے اور سکون سے دعا کرے اور دعا کے آخر میں اپنے ہاتھوں کو چہرہ پر پھیر لے یہ ترتیب فرض اور سنت کے درمیان دعا کے جواز بلکہ اس کے مستحب ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ اس ترتیب میں یہ نہیں کہا گیا کہ سنت

إلى آخره وبقرينة ذكره " اللهم انت السلام " وأنه لا يقرء الأبين
الفرض والسنة ، وبقرينة ما ورد بعد كل صلاة مكتوبة .

وقال في الفتاوى الصوفية ، ناقلا عن نصاب الفقه " أنه
إذا فرغ الامام من صلاة المغرب يستحب له أن يشغل بالدعاء
قليلًا ثم يصلي ركعتين " كذا قال الفقيه أبو الليث رحمه الله
انتهى .

وقال في الكافي لصاحب الكنز في فصل تكبيرات التشريق
في موضع الفرق بين تكبيرات العيدين وتكبيرات التشريق " أن
تكبيرات التشريق عقيب الصلاة وهذا موضع الذكر والدعاء
بالنص " انتهى ، يريد بالنص قوله تعالى : " فإذا فرغت فانصب " .

وقال في المحيط البرهاني " أن تكبيرات التشريق يوتى
بها عقيب الصلاة وهو موضع الذكر والدعاء " انتهى .

ادا کرے اور پھر اپنے اور عام مسلمانوں کے لئے دعا طلب کرے۔ ایک قرینہ یہ
ہے کہ نماز کے بعد اَنْتَ السَّلَام کا ذکر کیا ہے اور بیشک اس کو فرض
اور سنت کے درمیان ہی پڑھے گا۔ ایک قرینہ یہ ہے کہ " ہر فرض نماز کے بعد "
کے الفاظ وارد ہیں۔ فتاویٰ صوفیہ میں نصاب فقہ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا
ہے کہ جب امام مغرب نماز کے بعد فارغ ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ مختصر
دعا مانگے۔ پھر دو رکعت نماز ادا کرے۔ اسی طرح فقیہ ابو الیث رحمہ اللہ نے بھی
کہا ہے ۔

کافی میں صاحب کنز نے فصل تکبیرات التشريق کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا
ہے کہ تکبیرات التشريق نماز کے بعد ہوتی ہیں اور یہ نص کے مطابق دعا اور
ذکر کا مقام ہے نص سے مراد قرآن کی یہ آیت **فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ** ہے۔
المحیط البرہانی میں ہے کہ تکبیرات التشريق نماز کے بعد ہوتی ہیں جبکہ وہ جبکہ

فعبارة الكافي ، والمحيط ، صريحة في أن ما بعد المكتوبة قبل السنة موضع الدعاء لأنها قالا ” أن موضع تكبير التشريق موضع الدعاء “ ولأريب فيه أن موضع تكبيرات التشريق بعد المكتوبة قبل السنة .

وقال في شرح منظومة ابن وهبان (۱) للعلامة الشرنبلالی صاحب إمداد الفتاح ، ” أنه ذكر شمس الأئمة يعني الحلواني جواز تأخير السنة بعد الفرض للأشتغال بالدعاء والورد “ انتهى .

وأما الكلام في تأخير السنة البعدية عن الفرض فقد قال في المحيط البرهانی وإذا فرغ الام من الصلاة فأجمعوا على أنه لا يمكن في مكانه مستقبل القبلة في الصلاة كلها فبعد ذلك ينظر انكانت صلاة لا تطوع بعدها يتخير ان شاء انحرف عن يمينه وإن شاء انحرف عن يساره وإن شاء ذهب في حوائجه وإن شاء إستقبل

ذکر اور دعا کی ہے پس کافی اور محیط کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ فرض کے بعد اور سنت سے پہلے دعا کا وقت ہے۔ اسی لئے ان دونوں نے کہا ہے کہ تکبیرات التشویق دعا کی جگہ پر ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تکبیرات التشویق فرض نماز کے بعد اور سنت سے پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ شرح معہوم ابن وھیال میں ہے جسکی تخصیص علامہ شرنبلالی صاحب امداد الفتاح نے کی ہے جس کو شمس الأئمة الحلوانی نے بھی ذکر کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کے لئے سنت میں تاخیر کرنا جائز ہے۔ بات سنت کے تاخیر میں ہے جو فرض نماز کے بعد ہے۔

المحیط البرهانی میں ہے کہ جب امام نماز سے فارغ ہو تو وہ قبلہ کی طرف چہرہ کر کے بیٹھا نہ رہے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ ایسی نماز جس کے بعد کوئی نفل نہیں ہے امام کو اختیار ہے چاہے تو دائیں طرف پھرمائے یا بائیں طرف۔ یا اپنے معمولات کی طرف یا لوگوں کی طرف یعنی سامنے یا ایسی نماز جس کے بعد

الناس بوجهه وإن كان صلاة بعدها تطوع كالظهر والمغرب والعشاء يقوم إلى التطوع ويكره له تأخير التطوع عن حال أداء الفريضة قال! ”وقال شمس الأئمة الحلواني هذا إذا لم يكن من فصله الإشتغال بالدعاء فإن كان له ورد بقضية بعد المكتوبة فأراد أن يقضى قبل أن يشتغل بالتطوع فإنه يقوم من مصلاه ويقضى ورده قائما وإن شاء جلس في ناحية من المسجد وقضى ورده ثم قام إلى التطوع والأمر فيه واسع ، وما ذكره شمس الأئمة الحلواني دليل على جواز تأخير السنن عن حال أداء المكتوبة وما ذكرنا في إبتداء المسئلة نص على كراهة تأخير السنن عن حال أداء الفريضة هذا الذي ذكرنا في حق الإمام وأما المنفرد والمقتدى فإن شاءا لبثا في مصلهما وإن شاءا قاما للتطوع في مكانها أو في مكان

نوافل ہیں جیسے عصر، مغرب، عشاء تو اس میں نوافل ادا کریگا۔ فرض نماز کے بعد نوافل میں تاخیر مکروہ ہے۔ شمس الأئمة حلوانی فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب کوئی فرض نماز کے بعد دعا یا وظیفہ نہ پڑھے۔ مگر وہ شخص جو فرض نماز کے بعد دعا یا وظیفہ پڑھتا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر وظائف کھڑے ہو کر پڑھے یا مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ کر وظائف پڑھے اور بعد میں نوافل ادا کرے اس میں کافی گنجائش ہے اور جس کو شمس الأئمة نے ذکر کیا ہے تو وہ دراصل دلیل ہے فرض نماز کے بعد سنت میں تاخیر کے جواز کی اور مسئلہ کے شروع میں ہم نے بیان کیا ہے کہ فرض کے بعد سنتوں میں تاخیر مکروہ ہے۔

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ امام کے متعلق ہے جہاں تک مقتدی یا تنہا آدمی کا تعلق ہے تو اسکو اختیار ہے چاہے تو اسی جگہ بیٹھا رہے، چاہے اسی جگہ نوافل ادا کرے یا دوسری جگہ نوافل پڑھنے کے لئے چلا جائے۔ ”النوادر“ میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ نوافل پڑھنے کے لئے دوسری جگہ چلا جائے۔ یعنی مسجد

میں دوسری جگہ اور یہی محیط البرہانی میں ہے۔ الذخیرہ میں ہے کہ جب امام کسی

آخر وفي النواذر إن قاما للتطوع في مكان آخر من المسجد فهو أحسن انتهى ما في المحيط البرهانی .

وقال في الذخيرة ” وإذا فرغ الإمام من صلاته فإن كان بعد هاتطوع كالظهر والمغرب والعشاء فإنه يقوم إلى التطوع ويكره تأخير التطوع عن حال أداء الفريضة فإذا قام لا يتطوع في مكانه الذي صلى المكتوبة فيه بل يتقدم أو يتأخر وينحرف يمينا وشمالا أو يذهب إلى بيته فيتطوع ثم قال الإمام شمس الأئمة الحلواني هذا إذا لم يكن من قصده الاشتغال بالدعاء فإن أراد أن يقضى ورده بعد المكتوبة قبل أن يشتغل بالتطوع فإنه إن شاء أن يقوم في مصلاه فيقضى ورده قائماً وإن شاء جلس في ناحية من المسجد وقضى ورده ثم قام إلى التطوع فذكره شمس الأئمة الحلواني دليل على جواز تأخير السنن عن حال أداء المكتوبة وما ذكرنا في ابتداء المسئلة نص على كراهية تأخير السنن عن حال

الہی نماز سے فارغ ہو جس کے پیچھے نوافل ہوں، جیسے ظہر، مغرب، عشاء تو اس کو نوافل کے لئے اٹھنا چاہئے۔ فرض نماز کی ادائیگی کے بعد اس میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ جب نوافل کے لئے اٹھے تو اس جگہ نوافل نہیں پڑھنے چاہئیں جہاں پر اس نے فرض نماز ادا کی ہے بلکہ اس جگہ سے آگے یا پیچھے وائیں یا بائیں یا اپنے گھر میں جا کر ادا کرنے چاہئیں۔

امام شمس الأئمة الحلواني فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب اس کا فرض نماز کے بعد دعایا و خائف پڑھنے کا ارادہ نہ ہو مگر جب فرض نماز کے بعد دعایا و خائف پڑھنے ہیں تو وہ اسی جگہ پر پڑھے اور چاہے تو مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ کر اپنے وظائف پڑھ کر پھر نوافل ادا کرے۔ شمس الأئمة حلواني نے جس کو ذکر کیا ہے تو وہ دلیل ہے اس بات کی کہ فرض ادا کرنے کے بعد سنن کی تاخیر جائز ہے اور جسکو ہم نے ابتدائی مسئلے میں ذکر کیا وہ تاخیر سنن عن اداء

آداء المكتوبة وهذا الذي ذكرنا في حق الإمام فأما للفرد والمقتدى فإن شاء لبشاق مصلحتها وإن شاء أقاما إلى التطوع في مكانها أو في مكان آخر انتهى ما في الذخير

وقال في الخلاصة والعالمگیریة ” إذا سلم الإمام في الظهر أو المغرب أو العشاء كره له المكث في مكانه قاعدا لكنه يقرم إلى تطوع ولا يتطوع في مكان الفريضة ولكنه ينحرف بمئة أو بسرة جاز والكل سواء وفي الصلاة التي لا تطوع بعدها يكره المكث في مكانه قاعدا استقبال القبلة ثم هو بالخيار إن شاء ذهب وإن شاء جلس في محرابه إلى طلوع الشمس وهو أفضل ويستقبل القوم بوجهه إذا لم يكن بمحذاته مسبوق وإن كان بمحذاته مسبوق ينحرف بمئة أو بسرة وهذا حال الإمام والصيف والشتاء في ذلك سواء

المكتوبة کی کراہیت پر نص ہے اور یہ مسئلہ جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ امام کے لئے ہے۔ لیکن کوئی شخص اکیلا ہو تو اسکو اختیار ہے چاہے تو اسی جگہ بیٹھا رہے اور چاہے تو کسی اور جگہ جاکر نوافل ادا کرے۔ لیکن کوئی شخص اکیلا ہو یا مقتدی ہو تو اسے اختیار ہے چاہے تو اسی جگہ بیٹھا رہے اور چاہے تو کسی اور جگہ جاکر

نوافل ادا کرے۔ اور عالمگیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب امام ظہر مغرب یا عشاء نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرے تو اس کے لئے اسی جگہ بیٹھنا مکروہ ہے بلکہ وہ نفل کے لئے کھڑا ہو اور اس مقام پر نفل ادا نہ کرے جہاں اس نے فرض نماز ادا کی ہے۔ بلکہ دائیں بائیں ہٹ کر نوافل ادا کرے۔ وہ تمام نمازیں جن میں فرض نماز کے بعد نوافل نہیں ہیں اس صورت میں قبلہ رو ہو کر بیٹھا رہنا مکروہ ہے۔ اس صورت میں اسے اختیار ہے چاہے تو چلا جائے چاہے تو طلوع شمس تک محراب میں بیٹھا رہے اور یہ افضل ہے کہ قوم کی طرف رخ کرے جب کہ اس کے سامنے کوئی مسبوق نمازی نہ ہو اور اگر مسبوق اس کے سامنے ہو تو دائیں بائیں رخ کر کے بیٹھے اور یہی حال امام کا ہے گرمی ہو یا سردی (خلاصہ بحوالہ عالمگیری)۔

انتهی ما فی الخلاصة والعلامیہ ولأریب أنه لیس المراد بقول صاحب محیط والذخیرة والخلاصة ویکره له تأخیر التطوع عن حال أداء الفریضة کراهة التأخیر مطلقا بل کراهة التأخیر الطویل وإلا لکان التأخیر بمقدار قوله اللهم أنت السلام إلى آخره أيضا مکروها ولیس كذلك بل قد تقدم فی حدیث "أبی رزمة" وعبارة فتح القدر ما یدل علی أن وصل السنة بالفرض مکروه وقال فی فتح القدر بعد نقل عبارة الخلاصة إن قوله الكل سواء یعنی فی إقامة السنة أما الأفضل فقد صرح فبا یأتی أن المنزل أفضل انتهى وأفاد فی فتح القدر أيضا ما حاصلة أن قولهم یکره التأخیر الطویل للسنة عن الفرض مرادهم بها الکراهة التزیهية التي مرجعها إلى خلاف الأولى انتهى . وقال العلامة ابن امیر الحاج ، فی شرحه علی المنیة المعروف

اس میں کوئی شک نہیں کہ صاحب محیط 'الذخیرہ اور خلاصہ کے اس بیان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرض نماز کے بعد مطلق نفل میں تاخیر کرنا مکروہ ہے بلکہ زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے ورنہ اللہم أنت السلام الی آخرہ پڑھنا بھی مکروہ ہو جائے گا۔ جب کہ فی الواقع اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ اوپر ابورزہ کی حدیث گزر چکی ہے اور فتح القدر کی عبارت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ سنت کو فرض سے ملانا مکروہ ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدر میں خلاصہ کی نقل کرنے کے

بعد فرمایا کہ ان قوله الكل سواء یعنی فی إقامة السنة (یعنی اقامت سنت میں دونوں برابر ہیں) البتہ افضل یہ ہے کہ گھر میں ادا کرنے۔ ابن ہمام کا فتح القدر میں کلام اس بات کو مفید ہے کہ فرائض ادا کرنے کے بعد سنتیں پڑھنے میں طویل تاخیر مکروہ ہے۔ اس سے فقہاء کرام کی مراد یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے جو خلاف اولیٰ ہے۔

"علامہ ابن امیر الحاج" نے اپنی "شرح منہ" میں جو ہمارے یہاں شرح کبیر کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے کہ یہ کراہت اولیٰ کے خلاف ہے۔

عندنا ” بالشرح الأكبر “ أنه تعمل هذه الكراهة على خلاف الأولى فالأولى أن لا يقرء الأوراد قبل السنة ولو فعل لا بأس به انتهى .

وقال في الفتاوى التانار خانية نقلاً عن الفتاوى الحجة أن الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة لما روى عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي ﷺ كان يمكث بعد السلام ويقول: اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام .

وروى أن النبي ﷺ كان يقول دبر كل صلاة : لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير هو الأول والآخر سنت سے پہلے وظائف نہیں پڑھے جاتیں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فتاویٰ تانارخانیہ نے فتاویٰ الحجۃ سے نقل کیا ہے کہ جب امام ظہر، مغرب، عشاء سے فارغ ہو تو سنت شروع کرے اور طویل دعاؤں میں مشغول نہ ہو جیسا کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد کچھ قصہ کر فرماتے :

اللهم أنت السلام (ترجمہ) اے اللہ! تو ہی سلامتی ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے۔ تو بڑی برکتوں والا ہے اے عزت اور جلال کے مالک۔ یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد فرماتے تھے۔

لا إله إلا الله وحده لا شريك له (ایلیہ اللہ

کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے حمد اور تعریف ہے۔ وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی اُنہی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول، قہر، آخر، وہی ظاہر، وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے

والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم ليس كمثل شئ وهو السميع البصير

وروی أن النبی ﷺ كان يقول إذا فرغ من صلاته « سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين » وفي الخبر عن النبی ﷺ أنه قال من قرء بعد كل صلاة مكثر « قل هو الله أحد الله الصمد عشر مرات فهو رفيق في الجنة ومن استغفر بعد كل صلاة عشر مرات غفر الله له ذنوبه وإن كانت أكثر من رمل عالج » انتهى ما في التارخانية نقلًا عن الفتاوى الحجة فهذه العبارة تدل على فائدتين أحدهما أن كراهة الاشتغال بالدعاء بين الفرض والسنة مقيدة بالطول فلو كان الدعاء قليلا كما هو المتعارف فلا كراهة وثانيهما أن الدعوات التي أوردها صاحب فتاوى الحجة والتارخانية جملاها داخلية في القليلة ولأريب أن الدعاء المتعارف أقل منها فلا يكون مكروها أصلا وسيأتي ما يؤيد هذا نقولا عن "فتح

اس کا کوئی مثال نہیں اور وہی سميع اور بصير ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ کلمات پڑھتے تھے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد ۱۰ مرتبہ قل هو الله احد الله الصمد کا ورد کیا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا اور جس نے ہر نماز کے بعد ۱۰ مرتبہ استغفار کیا اس کے سارے گناہ عفا کئے جائیں گے چاہے وہ عالج کے رست سے زیادہ کیوں نہ ہوں۔ تارخانیہ نے جو فتاویٰ الحجة سے نقل کیا ہے اس کے دو فوائد ہیں۔ اول یہ کہ اس دعا کو مکروہ کہا ہے جو فرض اور سنت کے درمیان ہو اس کو لمبی دعا سے مقید کیا ہے۔ اگر دعا

مختصر ہے جیسے ہمارے ملک میں رواج ہے تو اس میں کراہت نہیں ہے۔ دوم یہ کہ جن دعاؤں کا ذکر فتاویٰ الحجة اور تارخانیہ نے کیا ہے کہ وہ مختصر ہوں تو اس

القدیر ”والشرح الكبير“ للمنیة وشرح ”مواعب الرحمن“ و”نصاب الفقه“ و ”عمدة الأبرار“ و ”کنز العباد“ وغیرها وسیاقی بیان قدر الطول الذی یکون موجبا للکراهة التزیهية فی اواخر هذا الفصل إن شاء الله تعالى .

وقال فی منیة المصلی وشرحها الصغیر لأبراهیم الحلبي أن هذه الأحكام المذكورة كلها فی حق الإمام وأما المقتدی والمنفرد فلانها إن لبثانی مکانها الذی صلیا فیہ المكتوبة جاز وإن قاما إلى الطوع فی مکانها ذلك جاز أيضا والأحسن أن يتطوعا فی مکان آخر غیر مکان المكتوبة بأن يتقدما أو يتأخرا أو يتحولوا بمنة أو يسرة انتهى ما فی المنیة وشرحها الصغیر

فحصل من هذه العبارات أن نفس الدعاء بین المكتوبة والسنة البعدية ليس بمكروه ، وإنما الكراهة لأجل لزوم تأخير السنة ، وأنه لا كراهة فی تأخير السنة عن حال أداء المكتوبة

میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو دعائیں ہمارے ملک میں مشہور ہیں وہ ان کی بیان کردہ دعاؤں سے بھی مختصر ہیں۔ لہذا اس میں قطعا کراہت نہیں ہے اس قول کی تائید فتح القدیر، شرح الكبير، منیة والشرح، مواعب الرحمن، نصاب فقہ، عمدہ الابرار، کنز العباد، وغیرہ میں ہے انشاء اللہ اس فصل کے آخر میں ہم ذکر کریں گے کہ کونسا طول موجب کراہت تزیہی ہے۔ منیة المصلی اور اس کی شرح صغیر میں ابراہیم الحلبي نے لکھا ہے کہ یہ تمام مذکورہ احکام امام کے لئے ہیں۔ جہاں تک مقتدی اور منفرد کا تعلق ہے تو وہ چاہے تو اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں پر اس نے فرض نماز ادا کی ہے اور اگر اس کی مرضی نوافل پڑھنے کی ہے تو نوافل ادا کرے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ دوسری جگہ نوافل ادا کرے یعنی جہاں پر فرض نماز ادا کی ہے اس کے علاوہ کسی اور جگہ دائیں یا بائیں یا آگے پیچھے۔ یہی منیہ اور اس کی شرح الصغیر میں ہے۔ اس عبارت سے یہ حاصل ہوا کہ نفس دعا فرض اور سنت کے درمیان مکروہ نہیں ہے کیونکہ کراہت سنت کے تأخیر کے وجہ

فی حق المنفرد والمقتدی أصلاً وأما الإمام فعلى ما ذكره شمس
الأممۃ الحلوانی لا کراهۃ فی حقہ أيضاً ، وأما علی ما ذکرہ
غیرہ فیکرہ للإمام تأخیر السنۃ عن حال أداء المكتوبۃ .
بقی الکلام فی أن علی هذا القول الآخر أى قدر من التأخیر
یکون مکروها فی حق الإمام فنظرنا إلى ذلك فوجدنا عبارات
الکتاب فی قدر هذا التأخیر مختلفه .

قال العلامة إبراهيم الحلبي فی شرحه للصغیر علی المنیۃ وإذا کان
بعد المكتوبۃ تطوع قام إلى التطوع بلا فصل إلا مقدار ما يقول : اللهم
أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام ، ویکرہ
تأخیر السنۃ عن أداء الفریضۃ بأکثر من ذلك القدر انتهى .
وقال فی شرحه الکبیر علی المنیۃ أن ما فی صحیح مسلم عن
عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن رسول اللہ ﷺ کان إذا صلی

سے ہوتی ہے لیکن فرض نماز کی ادائیگی کے بعد مقتدی اور مفرد کے لئے سنت کی
تأخیر میں قطعی کوئی کراہت نہیں ہے۔ جہاں تک امام کا تعلق ہے تو شمس الاممہ
حلوانی نے تو اس کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ امام کے لئے بھی کوئی کراہت
نہیں ہے۔ البتہ اور علماء نے لکھا ہے کہ ادائے مکتوبہ کے بعد سنت میں تأخیر کرنا
امام کے لئے مکروہ ہے۔

اب رہی یہ بات کہ امام کے لئے بھی کتنی تأخیر سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟
اس سلسلہ میں ہم نے کتابوں میں مختلف عبارتیں دیکھی ہیں کہ اتنی مدت دیر
کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابراہیم الحلبي نے شرح صغیر شرح
منہ میں لکھا ہے کہ وہ نماز جس میں فرض کے بعد سنت ہے اس میں بغیر فصل
کے فوائد پڑھنے چاہئیں صرف اتنی دیر تأخیر کرے جس میں یہ الفاظ ادا کر سکے
أَنْتُمْ أَمْتُ السَّلَامِ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اس سے
زیادہ دیر کرنا مکروہ ہے۔ شرح کبیر میں جو منہ کی شرح ہے اس میں بیان کیا گیا
ہے کہ صحیح مسلم نے سیدہ عائشہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرمؐ نماز پڑھتے

لم يقعد إلا بمقدار ما يقول : اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام ، يفيد أنه ليس المراد أنه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد زماناً يسع ذلك المقدار ونحوه من القول تقريباً فلا ينافي ذلك ما في الصحيحين عن المغيرة أنه عليه السلام كان يقول في دبر كل صلاة : لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجند منك ، وكذا لا ينافي ما روى مسلم وغيره عن عبد الله بن الزبير كان رسول الله ﷺ إذا سلم من الصلاة قال بصوته الأعلى : لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولا حول

تھے تو صرف اتنی دیر وقفہ کرتے جس میں یہ الفاظ ادا کئے جاسکیں۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ الخ۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ بینہ یہ الفاظ نہیں فرماتے تھے بلکہ ان الفاظ کی مقدار جتنا آپ وقفہ کرتے تھے۔ لہذا یہ حدیث اس کے متافی نہیں ہے جو کہ صحیحین نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ آپؐ ہر نماز کے بعد فرماتے تھے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (ترجمہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک اور اسی کے لئے حمد و ثنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے۔ اے اللہ جسے تو عطا فرمائے اسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جسے تو منع کرے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے۔ اور کوشش کرنے والے کو تیرے مقابلے میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح امام مسلم نے جو روایت کی ہے وہ بھی اس کے متافی نہیں۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تھے تو باواز بلند یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے حمد و ثنا ہے۔ اور

ولا قوة إلا بالله ولا نعبد إلا إياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا إله إلا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون ، لأن للمقدار المذكور في حديث عائشة رضي الله تعالى عنها يعتبر من حيث التقريب والتخمين دون التحديد والتحقيق انتهى ، ما في شرح الكبير للمنية .

وقال ابن المہام فی فتح القدير فی باب النوازل : ما لفظه ” ثم هل الأولى وصل السنة التالية للفرض به أولا فی شرح الشهيد القيام إلى السنة متصلا بالفرض مسنون وفي الثاني كان رسول الله ﷺ بمكث قدر ما يقول : اللهم أنت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام ، وكذا عن البقالی .

وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اسی کے لئے نعمت اور اسی کا فضل و کرم ہے۔ اور اسی کے لئے نئے نئے جہیل ہے۔ (ہم) اپنے دین کو اس کے لئے مخلص کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں۔ اگرچہ کفار کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت مقدار کے بارے میں مذکور ہے، اس سے بھی تخمینہ مراد ہے نہ کہ حقیقی تحدید۔ یہی بات منہ المصلیٰ کی شرح کبیر میں ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدير باب النوازل میں لکھا ہے کہ سنت کو فرض کے ساتھ متصل پڑھنا مسنون ہے یا نہیں؟ اور شرح شہید میں ہے کہ سنت کو فرض کے ساتھ متصل پڑھنا مسنون طریقہ ہے۔ الثانی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنا وقفہ فرماتے تھے جتنی دیر میں یہ الفاظ ادا کئے جاسکیں

اللهم أنت السلام۔۔۔ (ترجمہ) اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے۔ اے عزت اور اکرام کے مالک تو بڑی ہی برکتوں کا مالک ہے۔ البقالی سے بھی یہی موی ہے۔ امام حلوائی نے لکھا ہے

وقال الحلواني لا بأس بأن يقرء بين السنة والقریضة الأوراد .

وقال ابن الھمام وأعلم أن المذكور فی حدیث عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا هو قولہا لم یفقد الأمدار ما یقول : اللھم أنت السلام وسنک السلام إلخ ، وذلك لا یستلزم سنیة أن یقول ذلك بعینہ فی دبر کل صلاة إذ لم تقل الأختی یقول أو إلى أن یقول فیجوز کونه صلی اللہ علیہ وسلم کان مرة یقولہ ومرة یقول غیرہ فما ذکرنا من قول : لا إله إلا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد إلى آخرہ ، وما ضم إليه فی بعض الروایات بما ذکرنا من قولہ : لا حول ولا قوة إلا باللہ إلى آخرہ ، ومقتضى العبارة حیث أن السنة أن یفصل بذكر قدر ذلك ، وذلك یكون تقریباً فقد یزید قليلاً وقد ینقص قليلاً وقد یدرج وقد یرتل فاما أن یكون

کہ فرض اور سنتوں کے درمیان وظائف پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ابن ہمام نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت جس میں آپ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ”انتم انت السلام ومنک السلام“ جتنی مقدار بیٹھا کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ لاحالہ طور پر یہی الفاظ ادا فرمایا کرتے تھے کیونکہ اس میں بعینہ ”انتم انت السلام“..... إلخ کے الفاظ وارد نہیں ہیں۔ پس عین ممکن ہے کہ کبھی تو آپ یہی الفاظ ادا فرماتے ہوں اور کبھی اس کے علاوہ اور الفاظ بیان فرماتے ہوں۔ جیسا کہ ہم اوپر بتا کر آئے ہیں۔ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ لا إله إلا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد..... إلخ۔ نیز بعض روایات میں یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ لا حول ولا قوة إلا باللہ إلخ اس ساری عبارت کا مقصد اور مدعا یہ ہے کہ اتنی مقدار جتنا وقت کرنا یہ مسنون طریقہ ہے۔ البتہ اگر کبھی اس سے زیادہ یا کبھی کم وقتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر اس سے اتنا زیادہ

زیادہ غیر مقاربہ مثل عدد الثلاثة والثلاثین من التسیحات
والتحمیدات والتکبیرات فیغنی إستقنان تأخیره عن السنة البتہ
انتهی ما فی فتح القدر .

فیستفاد من ہاتین العبارتین اعلی عبارة الشرح الكبير
للمنیة ، وعبارة فتح القدر فائدتان .

الأولی انه أفاد انه **عَلَيْهِ السَّلَام** كان يقرء الدعوات والأذکار
المأثورة بعضها فی بعض الأحيان ، وبعضها فی بعض آخر .

والثانیة أن کراهة تأخیر السنة عن الفرض لا یحصل بالزیادة
علی قدر : اللهم أنت السلام ومنک السلام ، إلخ . بل الزیادة الغیر
المقاربة کالورد ثلاثا وثلاثین ونحوه ، وأن ما وقع فی الشرح
الصغیر للمنیة ، أو فی غیره من الكتب من أنه یکره التأخیر
بما زاد علی قدر : اللهم أنت السلام ومنک السلام ، إلخ . فلذلك

جیسے ۳۳ بار الحمد للہ یا سبحان اللہ (وغیرہ) کہنا اس سے سنت میں تاخیر ہو جاتی
ہے اور یہ مکروہ ہے یہی فتح القدر میں لکھا ہے۔ ان دونوں عبارتوں یعنی منہ
کی شرح کبیر کی عبارت اور فتح القدر کی عبارت سے ہمیں دو فائدے حاصل
ہوئے۔ اول یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ذکر کیا ہے اور کبھی
کوئی اور ذکر اور دعا مانگی ہے۔ دوم یہ کہ فرض کے بعد **اللھم أنت**
السلام إلخ جتنا وقفہ کرنے سے سنت میں کوئی تاخیر واقع نہیں ہوتی۔ البتہ اس
سے زیادہ مقدار جیسے ۳۳ بار الحمد للہ وغیرہ پڑھنے سے تاخیر واقع ہوتی ہے جس
طرح منہ کی شرح صغیر میں ہے۔ یا اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں
اللھم أنت السلام ومنک السلام إلخ کے الفاظ وارد ہیں تو یہ
واقعی تاخیر ہے پس یہ حقیقت اسی پر موقوف ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک
نہیں کہ ہمارے ملک میں جو دعا عام طور پر حصارف اور مشہور ہے وہ اس سے
بھی کم وقت لیتی ہے جس کے بارے میں فتح القدر اور شرح کبیر وغیرہ میں درج
ہے کہ اتنی تاخیر مکروہ نہیں ہے۔ لہذا اس پر تاخیر کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے

محمول علیٰ هذا المعنى ولا شك في أن الدعاء بعد المكتوبة - علی الوجه المتعارف - أقل قلداً من الكلمات التي حکم بعدم کرامتها في فتح القدير ، والشرح الكبير للدينية ، فلا يصح الحكم بکراهة الدعاء بعد المكتوبة وهذه فائدة جلیلة ينبغي حفظها .

وقال العلامة جعفر البوبکائی: في "مئانة الروایات" ناقلاً عن النصاب أن الصلاة التي لا تطوع بعدها كالنجر والعصر یکره المكث قاعداً في مكانه مستقبل القبلة انتهى .

ثم قال قلت إلا أن یمکث مستقبلاً بعد النجر بقدر ما یقول عشر مرات لا إله إلا الله وحده لا شریک له له الملك وله الحمد یحیی ویمیت بیده الخیر وهو علی کل شیء قدير ، لما ورد فيه من الأحادیث وكذا بعد المغرب لما أخرجه أحمد والترمذی انتهى ما فی المئانة وهذا یدل علی أن مقدار هذه الكلمات عشر مرات کیونکہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا مکروہ ہے یہ بہترین فائدہ ہے اسے یاد رکھنا چاہیے۔ علامہ جعفر بوبکائی نے مئانة الروایات میں نصاب سے نقل کیا ہے کہ وہ نمازیں جن میں فرض کے بعد نفل نہیں ہے جیسے فجر اور عصر ایسی نمازوں میں نماز کے بعد اسی جگہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ میں کتنا دعا کہ فجر کے بعد قبلہ رو ہو کر اتنی دیر بیٹھ رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جتنے عرصے میں یہ الفاظ ادا کر سکے

لا إله إلا الله الخ (ترجمہ) اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک اور اسی کے لئے حمد و ثنا ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر بھلائی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں وارد ہے اور اسی طرح مغرب کے بعد کی دعا کے بارے میں جو روایت امام احمد اور ترمذی نے بیان کی ہے اور جس کے الفاظ اس طرح ہیں لا إله إلا الله الخ تو یہ روایات اس امر پر دلالت کرتی

بعد المكتوبة قبل السنة ليس داخلا في حد كراهة تأخير السنة ولا شك أن قراءة الدعاء بعد المكتوبة على الوجه المتعارف أقل قدرا من هذا فلا يحكم بالكراهة أصلا .

ثم قال صاحب المئانة ” وأما القول بأنه يقرء هذه الكلمات بعد سنة المغرب فلا يصح لأنه خلاف ظاهر الحديث “ . قال وقد حقق الشيخ ” القاسم الحنفى “ المصرى فى رسالة التسوية بين الأشتغال بالدعوات بعد المكتوبة قبل السنن وبعدها والتطوع وقال لا يكثر التأخير فى أدائها كيلا يتضيق الوقت ولا يشغل أحد بالتكلم ونحوه انتهى ما فى المئانة .

فهذه العبارة أيضا تدل على عدم كراهة الدعاء بعد المكتوبة

قبل السنة بل على أنه والدعاء بعد السنة سواء وأيضا قد علم منى

ہیں کہ اتنی مقدار فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے وقفہ اور تاخیر کرنا حد کراہیت میں داخل نہیں۔ اور نہ ہی اس سے سنت میں کوئی تاخیر واقع ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک میں فرض نماز کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اس کی مقدار اس سے بہت کم ہے لہذا اس پر کراہیت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ صاحب مئانہ آگے کہتے ہیں کہ یہ کہا جائے کہ یہ الفاظ آپؐ مغرب کی سنت کے بعد کہا کرتے تھے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر حدیث کے بھی خلاف ہے۔ اس کی تحقیق شیخ قاسم الحنفی مصری نے رسالہ ”التوبہ“ میں کی ہے۔ فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے ذکر و اذکار اور دعاؤں میں زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے وقت تنگ ہو جاتا ہے اور سنن کے ادا کرنے میں بھی تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور کسی کو گفتگو بھی نہیں کرنی چاہیے۔ یہی ممانعت میں لکھا ہے۔

پس اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ فرض کے بعد اور سنت سے پہلے دعا مکروہ نہیں ہے بلکہ اس امر پر دلالت ہوتی ہے کہ سنت سے قبل اور بعد دعا مانگنا دونوں برابر ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک بھی

فعله **ﷺ** أنه كان يصلي السنن في بيته ولا شك أن قدر التأخير السنن يحصل في الدعاء على الوجه المتعارف أقل قدرا من قدر الخروج من المسجد فلا يصح الحكم بكون ذلك القدر من التأخير لأجل الدعاء موجبا للكراهة .

وقال الشيخ عبد الحق الدهلوی رحمہ اللہ فی شرحہ العربی علی المشکاة فی أول باب الذکر بعد الصلاة ما لفظه هذا ” ثم مما ينبغي أن يعلم أن تقديم السنة الراتبة ، لا يتأني البعدية التي وردت في الاحاديث أنه يقرء بعد الفريضة وكذا من الاذکار والادعية صرح به الشيخ ابن الهمام وكذا قراءة بعض الادعية المخبرة إلى صحة الاخبار بقراءتها بعد الفريضة لا يتأني استحباب القيام إلى التطوع متصلا والاستعجال به كما ورد أن يقول دبر الفجر والمغرب لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد

معلوم ہو گیا کہ آپ سنتیں گھر میں ادا فرماتے تھے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مسجد سے نکل کر گھر جانے میں جتنی دیر لگتی ہے اس میں بھی کم وقت اس دعا مانگنے میں لگتا ہے جو ہمارے ملک میں مانگی جاتی ہے۔ لہذا یہ حکم لگانا صحیح نہیں کہ اتنی مقدار میں دعا مانگنے سے جو تاخیر ہوا کرتی ہے وہ موجب کراہیت ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح باب الذکر بعد الدعاء میں لکھا ہے کہ سنتوں میں جلدی کرنا اس بعد کے متانی نہیں جو احادیث میں وارد ہے کہ فرض نماز کے بعد ذکر اور دعائیں مانگنا چاہئیں۔ اسی طرح ابن ہمام نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ وہ دعائیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں کہ

فرض نماز کے بعد پڑھیں جائیں یہ اس بات کے متانی نہیں کہ فرض نماز کے بعد متصل نوافل پڑھے جائیں۔ کیونکہ احادیث شریفہ میں وارد ہے کہ فجر اور مغرب کی نمازوں کے بعد دس بار یہ دعا پڑھی جائے

عشر مرات مع ماورد في المغرب من تعجيل ركعتيه وكذا قراءة آية الكرسي قبل السنة انتهى ما ذكره الدهلوی .

وقال في شرحه الفارسی علی المشكاة " ما لفظه واز آنچه باید دانست که تعجيل سنت منافی نیست مرخو اندن آية الكرسي وامثال آرا چنانکه در حديث صحيح وارد شده است که بعد از نماز فجر ومغرب ده بار لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير خواند انتهى .

فإذا كان قدر آية الكرسي مرة، وهذه الكلمات عشر مرات لا يكون داخلا في حد الكراهة فقرة الدعاء على الوجه المتعارف لا يكون داخلا فيه بالاولى لكونه أقل قدرا منه فهذه العبارات كلها تدل على أن قدر قراءة لا إله إلا الله وحده لا شريك له إلى آخره عشر مرة وقراءة آية الكرسي لا يكون داخلا في

اسی کے ساتھ یہ بھی آیا ہے کہ مغرب میں جلدی کرنی چاہئے۔ اسی طرح سنتوں سے پہلے آیت الکرسی کا پڑھنا درست ہے جس کا ذکر شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے کیا ہے مشکوٰۃ شریف کی فارسی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس بات کو جاننا چاہئے کہ سنت میں جلدی کرنے کا حکم اس بات کو مثالی نہیں ہے کہ آیت الکرسی یا اسی طرح کی اور دعائیں مانگی جائیں جو احادیث میں وارد ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نماز فجر اور مغرب کے بعد دس مرتبہ لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير پڑھی جائے۔ لہذا ایک بار آیت الکرسی یا مذکورہ دعا کو دس بار پڑھنا کراہیت کی حد میں داخل نہیں ہے تو پھر وہ دعا جو ہمارے یہاں فرض کے بعد مانگی جاتی ہے وہ بدرجہ اولیٰ کراہیت میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس دعا کے کلمات ان سے بہت کم ہیں۔ ان عبارتوں سے یہ بات واضح

التاخير المکروه بخلاف قراءة الورد ثلاثا وثلاثين فإنه داخل في
التاخير المکروه كما تقدم عن فتح القدير آفا .

وقال العارف بالله تعالى المخلوم بهاؤ الدين ذکریا الملتانی
قدس سره فی رسالة الفارسية ما لفظه که بگوید بعد
هر پنج وقت نمازده بار " اللهم إنا نستعين بك على طاعتك "
ونیز بعد هر نمازی بگوید " اللهم لا تجعلنا بثناء الناس من
المغرورين ولا بنعمتك من المستدرجين ولا من الذين ياكلون
أموال الدنيا بالدين اللهم اغنى من باب الاغنياء وعن باب الامراء
وعن باب الاطباء يا من اذ ادعى أجاب واذا سئل اعطى "
وجو از فرض ظهر فارغ شود یکبار بگوید " لا إله إلا الله
وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي
لا يموت ابدا باذا الجلال والاكرام بيده الخير وهو على كل

ہو مٹی کہ آیہ الکرسی کا پڑھنا یا دس مرتبہ لا الہ الا اللہ الخ کا پڑھنا تاخیر کراہیت
میں داخل نہیں ہے۔ بخلاف ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر، الحمد للہ یا سبحان اللہ ورد کرنا
تاخیر کراہیت میں داخل ہے۔ عارف باللہ مخدوم بهاؤ الدین زکریا ملتانی نے اپنے
فارسی رسالے میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ ہر پنج وقت نماز کے بعد دس مرتبہ یہ دعا
مانگی چاہیے: چاہئے

اللهم اننا نستعينك بك على طاعتك اسكے علاوہ ہر نماز کے بعد یہ بھی کہنا
چاہئے: اللهم لا تجعلنا.....

اور جب ظہر نماز کے فرض سے فارغ ہو تو ایک بار یہ کہنا چاہئے لَا إِلَهَ إِلَّا

اللہ..... الخ (ترجمہ) ایسے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک
نہیں۔ اسی ملک اور اسی کی حمد ہے زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ زندہ جاوید ہے کسی نہیں
مرگتا اے جلال اور عظمت ملک! اسی کے ہاتھ میں جلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر

شیءٌ قدیر ” . وبعد ازان بگوید ” لا اِلهَ اِلاَ اللّٰه ولا نعبد اِلاَ اِياه له النعمة وله الفضل تاو لو كره الكافرون ” . چنانکہ پیشتر کثرت بعد ازان دستھا بر دارد و این دعا بخواند ” اللّٰهم اِنک تعلم ذنوبنا یا غفار الذنوب وتعلم عیوبنا فاسترها یا ستار العیوب وتعلم حوائجنا فاقضها یا قاضی الحاجات وتعلم مہانتنا فاکفها یا کافی المہات وتعلم بلیاتنا فادفعها یا دافع البلیات فی الدارین ” وبعد ازان این دعا بخواند ” ربنا توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین وصل علی سیدنا محمد وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین اللّٰهم اجعل

(ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اسی کی نعمت اور اسی کا فضل و کرم ہے — اور اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہو — تک پڑھنا چاہئے جس طرح کہ پہلے گذر چکا۔ اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھیں :- اللّٰهم اِنک تعلم ذنوبنا یا غفار..... الخ

(ترجمہ) اے اللہ تو ہمارے گناہ جانتا ہے۔ اے گناہوں کو معاف کرنے والے تم ہمارے عیوب سے باخبر ہو۔ پس ان کو ڈھانک لے اے عیوب کو ڈھانکنے والے اور ہماری حاجتوں کو تو جانتا ہے تو اے حاجتوں کو پورا کرنے والے ان کی تکمیل فرما اور ہماری مہمت کو بھی تو جانتا ہے پس اس میں ہماری حفاظت فرما اے تمام مہمت کے لئے کافی ہونے والے اور ہمارے مصائب کو تو جانتا ہے پس اے مصائب و مشکلات کو حل کرنے والے دونوں جہانوں میں ہماری مشکلات حل فرما۔

اس کے بعد یہ پڑھے ” رَبَّنَا تَوْفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ...

(ترجمہ) اے ہمارے پروردگار ہمیں مسلمان بنا کر وفات دینا اور صالحین کے ساتھ شامل فرما۔ اور ہمارے آقا و سردار حضرت محمد پر رحمت نازل فرما اور تمام انبیاء و رسولوں پر رحمت فرما اے اللہ میری عمر کے اخیر کو بہتر بنا۔۔۔ الخ

خیر عمری آخرہ اللہم اجعل خواتیم عملی رضوانک اللہم اجعل
 خیر ایامی یوم القاک اعنا علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک
 سبحان ربی الاعلیٰ الوہاب ” بعد ازاں دو رکعت سنت
 ظہر پکڑاؤ۔ وچوں از فرض عشا فارغ شود بعد از سلام
 بگوید ” لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد
 تا علی کل شیء ” قدیر ” چنانچہ مذکور شد۔ پس بگوید ” لا الہ
 الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ والفضل تا ولو کرہ الکافرون“۔
 بعدہ دستہا بر دارد وایں دعا بخواند ” اللہم یا دائم الفضل علی
 البریۃ ویا باسط الیدین بالعطیۃ ، ویا صاحب المواہب السنیۃ ،
 ویا دافع البلاء والبلیۃ ، رب صلی علی سیدنا محمد خیر الوری
 سحیۃ ، وعلی آلہ وصحبہ البرۃ التقیۃ ، واغفر لنا ، وارحمنا
 یا ذالعلی فی ہذہ العشاء والعشیۃ ” بعد ازاں ایں دعا بخواند
 ” توفنا مسلمین تا الاعلیٰ الوہاب ” کہ بیشتر کنشت بعد ازاں

دو رکعت نماز سنت خفتن پکڑاؤ انتہی ما ذکرہ العارف
 المتانی فی رسالتہ ۔

اس کے بعد ظہر کی دو رکعت سنت ادا کرے جب عشاء کے فرض
 سے فارغ ہو تو سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات کہے : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 وحدہ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد تا علی کل شیء قدیر الخ جس
 طرح اوپر گذر چکا اس کے بعد یہ الفاظ
 کہے : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ولا نعبد الا ایاہ : الخ اس کے بعد ہاتھوں کو
 اٹھا کر یہ دعا مانگے : اللہم یا دائم الفضل علی
 البریۃ الخ (ترجمہ) اے ہمارے پروردگار، مخلوق پر ہمیشہ فضل
 کرنے والے ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد یہ دعا مانگے :
 توفنا مسلمین ۔۔۔ الوہاب تک جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ بعدہ دو رکعت نماز
 سونے کے لئے پڑھے جس کا ذکر عارف المتانی نے اپنے رسالے میں کیا ہے۔ اس

وقد صرح فيه بتأخير السنة عن هذه الدعوات ولا شك ان الدعاء المتعارف الذي يقرء الآن أقل قدرا من هذه الدعوات . فلا يكون مكروها بل مأمورا به ، ومندوبا ، وقال في شرح هذه الرسالة البهائية المسمى بكنز العباد في ذكر صلاة الظهر ناقلا عن فتاوى الخارزية المعروفة بالتيمة ” أنه سئل البقال عن يصلي الفرض هل الأولى في حقه أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة ثم بالدعاء فقال الأولى أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة قال : وروى عن النبي ﷺ أنه كان يقول دبر كل صلاة لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير هو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم ليس مثله شيء وهو السميع البصير “

سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مذکورہ دعاؤں سے سنت کی ادائیگی میں جتنی تاخیر ہوتی ہے ہمارے یہاں جو دعائیں مانگی جاتی ہیں ان میں اس سے بھی کم وقت لگتا ہے لہذا وہ کمزور نہیں ہیں بلکہ اس کے مانگنے کا حکم ہے اور یہ مستحب ہے۔ اس رسالہ کی شرح جس کا نام ”کنز العباد“ ہے اس کے باب الذکر بعد صلوٰۃ الظهر میں ہے کہ فتاویٰ الخارزیہ جو کہ جمعہ کے نام سے مشہور ہے اس میں لکھا ہے کہ البقال سے پوچھا گیا کہ کیا یہ بہتر ہے کہ فرض نماز کے بعد آدمی دعا مانگے اور پھر سنت پڑھے؟ انہوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ پہلے دعا مانگے پھر سنت ادا کرے کیونکہ نبی اکرمؐ ہر نماز کے بعد یہ کلمات فرمایا کرتے تھے : ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ لَيْسَ مِثْلُهُ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ“

ہکذا ہو مذکور فی فتاویٰ حجة الدين البلخی انتہی ما فی کثر العباد وقال فیہ أيضا فی ذکر صلاة المغرب نافلا عن نصاب الفقه أنه اذا فرغ الإمام من صلاة الفريضة يستحب له أن يشتغل بالدعاء قليلا ثم يصلي ركعتي السنة کذا قال الفقيه أبو الليث انتہی فظهر بهذه الرواية أن الدعاء بین الفريضة والسنة ليس بمكروه بل هو مستحب اذا كان قليلا وما ورد فی بعض الكتب من كراهة الدعاء فعنائه اذا كان کثیرا ما لا یجوز کما تقدم التصريح من عبارات فتاویٰ الحجة والتارخانیہ وغیرهما وتقدم أيضا بیان الفرق بین القلیل والكثیر فی هذا الفصل من عبارات الكتب البکثيرة فارجع إليها إن شئت .

خاتمة الرسالة

إن قيل قد تقدم أنه ورد فی حدیث المسلم عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أنه **صَلَّى** كان لا یقعد بعد السلام إلا مقدار ما یقول

اسی طرح فتاویٰ حجة الدين البلخی اور کثر العباد باب ذکر الصلوة المغرب میں نصاب الفقه کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ جب امام فرض نماز سے فارغ ہو تو اسے مختصر دعا پڑھنی چاہئے اور یہ مستحب ہے اس کے بعد سنت پڑھنی چاہئے اسی طرح فقیہ ابو الليث نے بھی کہا ہے۔ پس ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ فرض اور سنت کے درمیان دعا مانگنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ بعض کتب میں کراہیت کی جو مقدار بتائی گئی ہے اس سے زیادہ طویل نہ ہو۔ جس کی وضاحت فتاویٰ الحجہ اور "تآمارخانیہ" وغیرہما میں گذر چکی ہے اسی طرح ہم طویل اور مختصر کا فرق، بھیمان کر سکے ہیں اسی رسالہ میں مختلف کتب کے عبارتوں سے اگر چاہو تو ان کی طرف رجوع کرو۔

جس طرح کہ مسلم کی حدیث میں گذر چکا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام

”أنت السلام إلى آخره فاجواب عنه“ قلت لنا أجوبة أربعة .

الأول

أن هذا الحديث سنه ضعيف لأن مداره على ثلاثة رجال الأول أبو خالد الأحمر واسمه سليمان بن حيان بفتح المهملة وتشديد المشـ تحية الأزدي الكوفي قال الحافظ ابن حجر في تهذيب التهذيب أنه قال أبو بكر البزار في كتاب السنن اتفق أهل العلم بالنقل على أن أبا خالد لم يكن حافظاً وأنه قد روى أحاديث عن الأعمش وغيره لم يتابع عليها وقال ابن معين أبو خالد صدوق لكنه ليس بحجة وقال أبو هشام الرقاعي هو في الأصل صدوق لكنه إنما أتى من سوء حفظه خلط ويخطئ والثاني .

أبو معاوية الضرير واسمه محمد بن خازم بخاء وزاء معجمتين التميمي مولاهم الكوفي قال الحافظ ابن حجر في تهذيب التهذيب

کے بعد صرف اتنی مقدار بیٹھتے تھے جس میں یہ کہہ سکیں ”اللهم انت السلام الى آخره“ اس کا کیا جواب ہے؟ میں نے کہا کہ اس کے چار جوابات ہیں اول۔ یہ کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کا دار مدار تین آدمیوں پر ہے۔ پہلا ابو خالد احمد اس کا نام سلیمان بن حیان ح پر فتح اوری اور شد ہے ازدی کوئی۔ حافظ ابن حجر نے تهذيب التهذيب میں لکھا ہے کہ ابو بکر البزار نے کتاب السنن میں لکھا ہے کہ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ابو خالد حافظ نہ تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ احمش سے روایت کرتا ہے جبکہ اس کا کسی اور نے تصحیح نہیں کیا۔ ابو معین فرماتے ہیں کہ ابو خالد سچا تھا مگر اس کو حجت نہیں کہہ سکتے۔ ابو هشام الرقاعي فرماتے ہیں کہ وہ دراصل سچا تھا مگر اس کا حافظہ صحیح نہیں تھا اس سے خلط اور غلطیاں ہوتی تھیں۔

دوسرا ابو معاویہ الضریر اس کا نام محمد بن خازم القیمی کوفیوں کا آزاد کردہ غلام تھا حافظ ابن حجر نے تهذيب التهذيب میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن احمد

قال عبد الله بن أحمد سمعت أبي يقول أبو معاوية الضمير في غير حديثه عن الأعمش مضطرب لا يحفظها حفظاً جيداً وقال ابن معين كان أبو معاوية يروي عن عبد الله بن عمر مناكير وقال أبو داود كان أبو معاوية مرجياً وقال مرة كان رئيس المرجية بالكوفة وقال ابن خراش هو في رواية عن الأعمش ثقة وفي روايته عن غيره فيه اضطراب وقال أبو زرعة : " كان أبو معاوية يرى الإرجاء فقل له كان يدعو إليه قال نعم " قلت ومعلوم أن هذا الحديث لم يروه أبو معاوية عن الأعمش بل عن عاصم الأحول فيكون مضطرباً الثالث .

عاصم بن سليمان الأحول أبو عبد الرحمن البصري قال الحافظ ابن حجر في تهذيب التهذيب أنه قال علي بن المديني عن يحيى بن سعيد القطان لم يكن عاصم الأحول بالحافظ وقال

نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ابو معاویہ الحر نے احمضی کے علاوہ جو

احادیث روایت کی ہیں وہ مضطرب ہیں اور ان کا حافظہ بھی صحیح نہیں تھا ابن معین فرماتے ہیں کہ ابو معاویہ عبد اللہ بن عمر سے احادیث روایت کرتے تھے جو مکر نہیں ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابو معاویہ "مرجی" فرقہ سے تعلق رکھتے تھے ایک مرتبہ تو یہ کہا کہ وہ کوفہ کے مرجیوں کے سرداروں میں سے تھے ابن خراش فرماتے ہیں کہ ان کی احمضی سے روایت کردہ احادیث ثقہ تھیں اسکے علاوہ فرماتے ہیں کہ وہ "ارجاء" سے تعلق رکھتے تھے ان سے پوچھا گیا کہ کیا تم اس کی دعوت دیتے ہو انہوں نے کہا ہاں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ابو معاویہ نے احمضی سے روایت نہیں کی ہے بلکہ عاصم احول سے روایت کی ہے۔ پس مضطرب ہو گئی۔

تیسرا عاصم بن سلیمان احول ابو عبد الرحمن بصری ہے۔ حافظ جبر تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں کہ علی بن مرثیٰ یحییٰ بن سعید القطان سے روایت کرتے ہیں کہ عاصم بن احول حافظ نہیں تھے۔

ابن إدريس أنا لا أدري عنه شيئا وتركه وهيب لأنه أنكر بعض سيرته انتهى .

الثاني

أن لفظه أنه لم يقعد وليس أنه لم يقرأ فجاز أن يكون يقعد هذا القدر ثم يأتي الأذكار قائما كما نقله بعضه عن الحلواني وقد تقدم .

الثالث

أن هذا الحديث معارض بجميع الأحاديث الواردة في الذكر والدعاء بعد المكتوبة المتقدم ذكرها في الفصل الأول من باب الأول فيترجح تلك الأحاديث لكون كثير منها مخرجة في الصحيحين وما في الصحيحين أصح مما في صحيح مسلم فقط .

الرابع

إن قوله الاستعداد " ما يقول اللهم أنت السلام " ليس المراد به المساواة الحقيقية بل التقريبية فلا يكون التأخير

حدث في الفاظ یہ ہیں کہ آپ بیٹھتے نہیں تھے یہ نہیں وارد ہوا کہ آپ پڑھتے نہیں تھے پس یہ جائز ہے کہ یہ مراد لی جائے کہ آپ اس کے بقدر بیٹھتے تھے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر ذکر کرتے تھے جس طرح کہ بعض نے العلوانی سے ذکر کیا ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

یہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہے جو فرض نماز کے بعد دعا اور ذکر کے جواز میں ہیں جن کو ہم فصل اول میں باب اول سے ذکر کر چکے ہیں لہذا ان تمام احادیث کو اس پر ترجیح ہے کیونکہ ان کو صحیحین نے روایت کیا ہے اور جو صحیحین میں روایت موجود ہو اسکو صرف صحیح مسلم میں بیان کردہ روایت پر ترجیح ہوتی ہے

بیگ حدیث کے الفاظ اللهم انت السلام پڑھنے کی مقدار سے حقیقی تحدید اور تعین مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تحنینہ ہے پس

بقدر قراۃ ” لا إله إلا الله وحده لا شريك له إلى آخره وقراۃ اللهم لا مانع لما أعطيت إلخ فقراۃ آية الكرسي ونحو ذلك مكروها كما تقدم عن فتح القدير وشرح المنية الكبير وشرح المشكاة للدهلوی وغیرها .

أن قيل قد ورد في عبارات كتب الفقه ما يدل على كراهة الدعاء بين الفرض والسنة ومنها ما في جواهر الفتاوى أنه سئل لقاضي الإمام علاء الدين من الدعاء بعد الصلاة فقال : الاختيار أن يصل الفريضة بالسنة للمتابعة لنتهى .

ومنها ما في الخلاصة والأشباه من أن الاشتغال بالسنة أولى من الاشتغال بالدعاء انتهى . ومنها ما في شرح المنية إنه إن كان بعد المكتوبة تطوع بلا فصل إلا مقدار ما يقول : اللهم أنت السلام إلى آخره ويكره تأخير سنة عن حال أداء الفريضة بأكثر من نحو ذلك القدر انتهى . ومنها ما في العقائد السنية ناقلًا عن

الحج آية الكرسي کے پڑھنے سے اتنے مقدار کی تاخیر واقع نہیں ہوتی یا اس کے علاوہ اتنے وقفہ میں کچھ اور پڑھنا مکروہ نہیں ہے جس طرح کہ فتح القدير اور شرح منية الكبير اور شرح مشکوٰۃ دہلوی وغیرہ میں ہے جس کو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ بعض نے کہا کہ کتب فقہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان دعا مانگنا مکروہ ہے۔ چنانچہ ”جواهر الفتاوی“ میں ہے کہ قاضی امام علاء الدین سے نماز کے بعد دعا کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا عقار یہ ہے کہ فرض اور سنت کو ملائے ”خلاصہ“ اور ”الاشبہ“

میں ہے کہ سنت پڑھنا دعا پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح شرح منية میں ہے کہ اگر فرض کے بعد نفل ہے تو فصل نہیں کرنا چاہئے مگر اتنی کہ پڑھا جائے اس عرصہ سے زیادہ تاخیر کرنا فرض نماز کے بعد مکروہ ہے۔ ”عقائد السنية“ نے فتح الباری

فتح الباری و القسطلانی أن المختار عن أبی حنیفة أن یشغل بعد اداء المكتوبة بانسنة ویکره أن یشغل بالدعاء والتسبیح قبل السنة انتهى ، قلت الجواب عن هذه العبارات علی وجوه خمسة .

الأول : أن العبارتین الأولیین لا تدلان علی الکراهة إنما تدلان علی أو لویة وصل السنة البعدیة بالفریضة وهو أمر مختلف فیه ولهذا قال فی فتح القدر اختلف فی أنه هل الأولى وصل السنة التالیة للفرض به أم لا انتهى وقد قدمنا من الأحادیث والروایات الفقهیة ما يدل علی أن الدعاء بین الفرض والسنة مسنون أو مندوب فیرجع بتلك الروایات الكثیرة القول بسنية الدعاء بینهما أو بتدبه .

الثانی : أنا قد قدمنا عن الفتاوی الحجة والتاثرخانیة و غیرهما أن المكروه أن یشغل الإمام بأدعية طويلة وقد قدمنا

قسطلانی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مختاریہ ہے کہ فرض نماز کے بعد سنت پڑھنی چاہئے اور دعا اور تسبیح پڑھنا سنت سے پہلے مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان عبارات کے پانچ جوابات ہیں۔ اول یہ کہ یہ عبارتیں کراہیت پر دلالت نہیں کرتیں بلکہ یہ عبارتیں افضلیت پر دلالت کرتی ہیں لہذا اس میں اختلاف ہے۔ فتح القدر میں بھی ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا فرض کے بعد سنت کو وصل کرنا افضل ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ہم احادیث اور فقہاء کی روایات ذکر کر چکے ہیں کہ فرض اور سنت کے درمیان دعا مانگنا مسنون اور مستحب ہے لہذا ان اکثر روایات کو ترجیح دیجائے گی کہ دونوں کے درمیان دعا مانگنا سنت اور مستحب ہے

دوئم جیسا کہ ہم فتاوی الحجہ اور تاتارخانیہ وغیرہما کے حوالے سے اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ امام طویل دعا مانگے تو یہ مکروہ ہے اور ہم نصاب فقہ عمدہ

ایضاً عن نصاب الفقہ وعمدة الأبرار وکنز العباد وغیرہا اُنہ
بستحب للإمام أن يشتغل بالدعاء قليلاً بعد المكتوبة ثم يشتغل
بالسنة فهذا هو الجمع بين الروایتین وهو المقبول المعمول علیہ
الذی لا ینفی العدول عنه .

الثالث : أن ما ذکر فی شرح المنية من تقدير القليل باللهم
انت السلام الخ . فقد نص شارح المنية بنفسه فی شرحه الكبير
على المنية على أن هذا التقدير ليس على التحقيق بل على التقریب
وقد مر تفصیل ذلك سابقاً عن الشرح الكبير للمنية وعن فتح التقدير
وعن شرح الشيخ عبد الحق الدهلوی علی المشكاة فارجع إليه وذلك
كله بدل علی أن التأخير بقدر الدعاء المتعارف ليس بمكروه وإنما
المكروه ما طال بقدر الورد ثلاثاً وثلاثين أو أكثر من ذلك .

الابرار كنز العباد وغیرہ کے حوالے سے بھی بتا چکے ہیں کہ امام کے لئے مستحب
ہے کہ وہ فرض نماز کے بعد دعا مختصر مانگے اور بعد میں سنت ادا کرے پس ان
دونوں روایتوں کے درمیان جمع ممکن ہے اور یہی مقبول اور مستحسن ہے اور اسی
پر عمل ہوتا آرہا ہے۔ لہذا اس سے عدول مناسب نہیں ہے۔
تیسرا جس کا ذکر شرح منہ میں تخمینہ قلیل سے ہے "اللهم انت السلام" الخ یہ
نص ہے۔ شارح منہ نے شرح کبیر علی المنہ میں کہا ہے کہ اتنی مقدار تخمینہ
مراد ہے نہ کہ فی الحقیقت وہ الفاظ مراد ہیں جس کی تفصیل پیچھے شرح کبیر علی
المنہ فتح التقدير اور شرح شیخ عبدالحق دہلوی علی المشکوٰۃ کے حوالے سے گذر
چکی۔ پس اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ ان تمام چیزوں سے معلوم ہوا کہ
متعارف دعا جو ہمارے یہاں رائج و مشہور و معمول ہے وہ مکروہ نہیں ہے بلکہ
مکروہ وہ ہے جس کی مقدار تاخیر ۳۳ مرتبہ ورد و وظیفہ پڑھنے سے ہوتی ہو یا
اس سے بھی زیادہ وقت صرف ہوتا ہو

الرابع : أن ما نقله صاحب العقائد السنية عن فتح الباری والقسطلانی فلم نجد هذا اللفظ ولا معناه فی فتح الباری ولا فی القسطلانی فی مظاہبها المعروفة من کتاب الصلاة وکتاب الدعوات مع التبع الكثير انشام والله أعلم بصحة هذا النقل فلا يعتمد علی مثله إذا لم یوجد من الأصل .

الخامس : أنه لما ثبت بالأحادیث الشریفة والعبارات الكثيرة الفقهية أنه ﷺ کان یصلی السنن والوزن فی البیت مع أنه کان یدعو یدر کل صلاة لا یشک أحد فی أن دعائه ﷺ کان بین الفریضة والسنة .

فهذا یفید أن القول بکراهة الدعاء المذكور فاسد لاصحة له أصلاً إلا أن یحمل فعله ﷺ علی الدعاء القلیل ویحمل القول بکراهة الدعاء علی الدعاء الكثير كما أشرنا إلیه آنفاً .

چوتھا جواب صاحب عقائد السنیہ نے فتح الباری اور قسطلانی کے مشہور موضوعات کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الدعوات وغیرہ سے نقل کیا ہے چنانچہ یہ الفاظ اور معانی مذکورہ کتابوں میں کہیں بھی نہیں ہیں۔ اس نقل کی صحت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لہذا ایسے نقل پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا جس کی اصل موجود نہ ہو۔

پانچواں بے شک احادیث شریفہ اور فقہاء کی عبارات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلام سنتیں اور وتر گھر میں پڑھا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ہر نماز کے بعد دعا مانگتے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا فرض اور سنت کے درمیان ہوتی تھی پس اس سے یہ فائدہ ہوا کہ یہ قول کہ دعا مذکورہ مکروہ ہے فاسد اور قطعی طور پر غیر صحیح ہے سوائے اس کے کہ آپ کے اس فعل کو دعا قلیل پر محمول کیا جائے البتہ کراہیت کا قول دعائے کثیر کے لئے ہے جس کا اشارہ ہم ابھی کر چکے ہیں

تکلیل مفید

حاصل هذه الرسالة أن وصل السنة بالفرض مكروه كما دل عليها حديث أبي رمثة المتقدم ذكره وقد أفاد ذلك ابن المهام في فتح القدير .

وأما الفصل بين الفرض والسنة فعل قول الإمام شمس الأئمة الخاوائي لا كراهة في المكث بين الفرض والسنة لأجل الاشتغال بالدعاء والذكر ونحوه أصلا قليلا كان أو كثيرا في حق كل واحد من المصلين سواء كان إماما أو مقتديا أو منفردا .

وأما على قول غيره فلا كراهة في المكث ولا في الدعاء والذكر في حق المقتدي والمنفرد أصلا وأما الإمام فإن كان مكثه بالدعاء والذكر قليلا فلا كراهة أيضا بل هو الأفضل من ترك الدعاء أصلا وقد بينا الفرق بين القليل والكثير مفصلا فيفهم منه

اس رسالہ کا حاصل بحث یہ ہوا کہ سنت اور فرض کا وصل کرنا مکروہ ہے جیسا کہ ابن رمثہ کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور مزید افادہ فتح القدير کی عبارت سے ہوا۔ فرض اور سنت کے درمیان فصل کرنے کے بارے میں امام شمس الأئمة طوایف کا قول ہے کہ اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان ورد و وظائف پڑھنے کے یا ذکر کرنے کے لئے کھڑا رہے۔ چاہے اس کی مقدار قلیل ہو یا کثیر۔ اور یہ حکم ہر نمازی کے لئے ہے۔ چاہے وہ امام ہو، مقتدی ہو یا منفرد۔

دوسرے قول کے مطابق فرض نماز کے بعد دعا یا ذکر کے لیے شرا رہتا اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔ چاہے مقتدی ہو یا منفرد ہو۔ جہاں تک امام کا تعلق ہے اگر وہ مختصر دعا اور ذکر کے لئے شرا رہتا ہے تو اس میں بھی کوئی کراہیت نہیں ہے۔ بلکہ جو لوگ دعا کو چھوڑ دیتے ہیں اس سے افضل یہ ہے کہ دعا مانگے، تحنید اور دعائے قلیل اور کثیر کا فرق ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں

أنه لا يشك أن قدر الدعاء المتعارف يصدق عليه اسم القليل
فلا كراهة في مكته ذلك القدر قطعا وأما إن كان كبيرا بأن كان
قدر النور المعروف ثلاثا وثلاثين أو أكثر منه فكروه أي كراهة
تنزيه بمعنى خلاف الأولى كما بيناه مفصلا هذا والحمد لله سبحانه
وتعالى على التمام ، وأفضل الصلاة والسلام على نبينا محمد سيد
الأنام . وعلى آله وصحبه البررة الكرام ، ولا حول ولا قوة
إلا بالله العلي العظيم ، وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم .

تمت بالخبر

جس سے یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ جو دعا ہمارے ہاں متعارف
معمول بہ ہے وہ دعا قلیل ہے اتنا عرصہ شرے رہنے میں کوئی کراہیت قطعی طور
پر نہیں ہے مگر اس سے زیادہ جیسے ۳۳ مرتبہ الحمد للہ وغیرہ پڑھنا یا اس سے بھی
زیادہ تاخیر کرنا تو یہ بلاشبہ مکروہ ہے۔ یعنی مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جیسا
کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

